

12-12-29

6971010

Title - SARDAR BIL ALR ISLAM.

Creator - Sultan Mehmed.

Publisher - Iqbal Press (Delhi).

Date - N.A.

Pages - 24

Subjects - Daron - Sardar; Daron -
Sardar Bil.

وَأَنِحُوا إِلَىٰ أَعْمَالِكُمُ مِنَ الصَّالِحِينَ مِنْ عِبَادِكُمْ وَإِلَيْكُمْ
فَأَنِحُوا مَا طَابَ لَكُمْ مِنَ النَّسَاءِ مَتْنِي ثَلَاثَ مَرَّاتٍ

سارِ دَیْل اور اِسْلَام

(83)

اس رسالہ میں یہ امر واضح کیا گیا ہے کہ سارِ دَیْل
مسلمانوں کے اسلامی قانون کے قطعاً خلاف
ہے اور اہل اسلام کی حریمِ عفت کو پارہ پارہ
کر دینے والی چیز ہے ہر مسلمان کو سارِ دَیْل
کی مخالفت کر کر اسلام کی ہمدردی کا ثبوت
دینا ضروری ہے

مؤلفہ

خادم العلماء سلطان محمود صدر مدرس
مدرسہ فچتوری دہلی

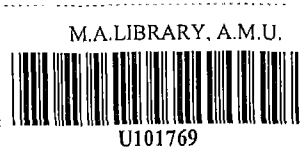
(مطبوعہ جدید برقی پریس بازار المیلان دہلی)

قیمت ار

بارہم اعلیٰ دو روپے ہزار

۳۹
۳۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
الحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی خَیْرِ الْبَرِیَّیْنِ مُحَمَّدٍ قَالِهِ الْاَصْحَابُ الْجَمِیْعِیْنَ
۱۰۱۷۶۹
۲۰۹۲
اما بعد ہزاروں اسلام دشمنان اسلام نے اسلام و اہل اسلام کے مسئلے میں جو سرگرمی اختیار کر لی ہے وہ محتاج بیان نہیں ہے مسلمان اس وقت مصائب کے تیروں کا نشانہ بن رہے ہیں۔ روزانہ ان کے قلوب پر تازہ زخم لگائے جاتے ہیں۔ ایک زخم کی مرہم ٹھیک سے فانی ہونے نہیں پاتے کہ دوسرا زخم لگا دیا جائے۔ بہت قہر و عصبانیت ہے کہ جبریت تعلیم کے اعلیٰ مسلمانوں پر برسرنا شروع ہوئے تھے کہ جس کی وجہ سے قرآن پاک کی درسگاہوں کو براہوی کے پیغام سنائے گئے تھے اور مسلمانوں پر صرف اس بنا پر مقدمات چلائے گئے کہ وہ اپنے بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم کیوں دلا رہے ہیں۔ مسلمان ابھی اس مصیبت کی چیخ و پکار سے فانی نہیں ہوئے تھے کہ ناگاہ ایک دوسری آفت نے اگھیرا جو سارواہل کے نام سے مسلمانوں کے جس نے ہماری عفت و پاکدامنی پر ہاتھ ڈالا ہے۔ اور عام مسلمانوں کو اس آفت میں پھنسانے کیلئے اس قسم کے جال لگائے گئے ہیں کہ وہ تمیز نہ کر سکیں کہ یہ جال ہیں یا وہاں۔ لہذا ضروری معلوم ہوا کہ سارواہل کی حقیقت پوری پوری واضح کی جائے اور مسلمانوں کو ان جالوں سے آگاہ کیا جائے کہ وہ کہاں گئے ہیں اور حقیقت میں مسلمانوں کی حریم عفت کی وہ کیلئے سنگ بنیاد میں تاکہ مسلمان آگاہ ہو کر اپنے قدموں کو بچا لیں۔



سارواہل کی یہ چیز

مشیر بلاس سارواہل ہندو سوسائٹی کی اس خرابی کی اصلاح کے لئے کہ ہندوؤں میں عام طور پر لڑکیوں کی شادیاں کم عمری میں کر دی جاتی ہیں خواہ لڑکی کی عمر دو سال کی یا تین سال کی ہی کیوں نہ ہو بلکہ بعض اوقات لڑکی کو پیدا ہونے ہی اس کی شادی ہو جاتی ہے اور اکثری حالات میں یہ شادی شدہ لڑکیاں بے لگ و بے پیمانی اپنے خاوندوں کے پاس چلی جاتی ہیں اور مباشرت کی وجہ سے انکی صحت پر ایسا ناگوار اثر پڑتا ہے کہ پھر عمر بھر اس کی اصلاح نہیں ہو سکتی اور ایسی عورتوں کی اولاد بھی کمزور اور نحیف پیدا ہوتی ہے اور اس وجہ سے بہت سے بچے صغریٰ میں ہی مر جاتے ہیں۔ ایک سودہ قانون اسمبلی میں پیش کیا تھا اور اس کو ہندوؤں کے ساتھ ہی متعلق رکھا تھا۔
مگر جب اسمبلی میں پیش ہوا تو اس وقت یہ سوال اٹھایا گیا کہ ہل کو ہندوؤں سے ہی مخصوص رکھا جائے یا تمام باشندگان ہندوستان کے لئے عام کر دیا جائے؟
بعض مسلم ارکان اسمبلی نے اس وقت بغیر سوچے سمجھے یہ اٹھے ظاہر کر دی کہ مسلمانوں پر بھی اس کا اطلاق کر دیا جائے تو کوئی سہنا لائق نہیں ہے۔

جن مسلم ارکان اسمبلی نے یہ رائے ظاہر کی تھی وہ نہ تو احکام اسلام سے واقف تھے اور نہ انہوں نے اس کے عواقب متعلق پر غور کیا تھا محض سمنری طور پر سمجھ لیا کہ کم عمری کی شادیاں صحت پر برا اثر ڈالتی ہیں اس لئے اگر ان کے خلاف قانون بن جائے تو کیا مضائقہ ہے مگر ان ارکان میں سے بعض ارکان نے جب علماء اسلام سے گفتگو کی اور اس کے متعلق اسلامی احکام معلوم کئے اور عام مسلمین کے جذبات کا انہیں علم ہوا تو انہوں نے اپنی رائے بدل ڈی اور آج وہ بل کے مخالفین کی صف اول میں ہیں۔ مگر فہوس کہ ابتدائی مرحلے میں بے سوچے سمجھے اظہار رائے سے جو نقصان پہنچ چکا تھا اب ان کے اختلاف سے بھی اس کی تلافی نہ ہو سکی۔ بہر حال وہ بل اسمبلی میں پیش ہو کر رائے عامہ سے استعصواب کیلئے مستحکم کیا گیا۔ ایک تحقیقاتی کمیٹی مقرر ہوئی جس نے ملک کا دورہ کیا۔ شہادتیں قلمبند کیں اور اس کے بعد تحقیقاتی رپورٹ تیار کر کے پیش کر دی اس کمیٹی کے ارکان میں مولوی محمد یعقوب صاحب قچی پربل پرنٹ اسمبلی میں شامل تھے انھوں نے رپورٹ کے ساتھ اپنا اختلافی نوٹ بھی شامل کر دیا۔ اس نوٹ میں انھوں نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ مسلمانوں کے معتد علماء اور معتبر حلقے اس بل کے مسلمانوں پر اطلاق کو مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں۔ اور اس امر فہوس ظاہر کیا کہ شیعوں کے نقطہ خیال کے معلوم ہونے میں بہت کمی رہی ہے اور جب تک ان کا نقطہ خیال نہ معلوم ہو جائے نہ مسلمانوں کے معتد علماء اور مذہبی رہنماؤں کے بیانات شامل مل نہ ہو جائیں اس وقت تک بل کا اطلاق مسلمانوں پر کر کے فیصلہ نہ کیا جائے۔

تحقیقاتی کمیٹی نے اس سلسلہ میں اصل بل میں کچھ ترمیمات کی تھیں اور بل سے علیحدہ اپنی طرف سے کچھ سفارشات پیش کیں۔

اس اثنا میں مسلمانوں کے معتد حلقوں سے اسکی مخالفت کی گئی اور بہت سے مقتدر رہنماؤں نے صاف طور سے یہ ظاہر کر دیا کہ یہ بل اسلامی احکام کے خلاف ہے۔ اور مسلمانوں پر اس کا اطلاق کرنا مذہبی مداخلت سے مگر گورنمنٹ اس بل کی حمایت کے لئے کھڑی ہو گئی اور سرکاری ممبر نے اعلان کر دیا کہ گورنمنٹ بل کی حمایت کرے گی۔

اب کیا تھا جن لوگوں کا مقصد صرف اپنی معاشرتی مصلح ہی نہیں بلکہ ایک ایسے اصول کو قائم کر دینا تھا جس کے ذریعہ سے آئینہ سینکڑوں اسلامی احکام کے اندر مداخلت کا موقع ملتا آجائے وہ اوشیر ہو گئے اور بعض مسلمان ممبروں نے ان کی تائید کر کے ان کے اس نامبارک مقصد کی تکمیل کر دی اور اسلام اور مسلمانوں کے مستقبل کے لئے ایک بولناک خطرہ پیدا کر دیا۔

اور بل ۲۳ ستمبر ۱۹۲۹ء کو اسمبلی میں اور ۲۸ ستمبر کو مجلس مملکت میں پاس کر دیا گیا

بل جس صورت میں پاس ہوا ہے۔ وہ تیج مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہو گیا ہے جس کی نقل یہ ہے۔

(الف) اس کا نام قانون النسا و شادی بچکان ہوگا۔

(ب) اس کاغذ تمام برطانوی مہندس ہوگا۔ برطانوی بلوچستان اور شمال پرگنہ میں بھی عائد ہوگا۔
 (ج) اس پر عمل درآمد یکم اپریل ۱۹۳۰ء سے شروع ہوگا۔

(د) (الف) اس قانون میں ”بچہ“ سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر کا لڑکا اور ۱۴ سال سے کم عمر کی لڑکی ہے۔

(ب) شادی بچکان سے مراد ایسی شادی ہے جس میں ”ولہا یا دلہن“ بچہ ہو۔

(ج) فریقین شادی سے مراد وہ شخص ہیں جن کی شادی ہو۔

(د) نابالغ سے مراد ۱۸ سال سے کم عمر کا لڑکا یا لڑکی ہے۔

(۳) جو مرد ۱۸ سال سے ۲۱ سال کی عمر کے درمیان بچپن کی شادی کر لیا اُسے ایک ہزار روپے تک جرمانہ کی سزا دی جائے گی۔

(۴) جو مرد ۲۱ سال سے زائد عمر میں بچپن کی شادی کر لیا وہ ایک ماہ تک قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا قید و جرمانہ کی سزا کا مستوجب ہوگا۔

(۵) جو کوئی بچپن کی شادی کا انتظام کر لیا یا اسکی رہنمائی کر لیا یا رسم ادا کر لیا وہ ایک ماہ قید محض یا ایک ہزار روپیہ جرمانہ یا قید و جرمانہ کی سزا کا مستحق ہوگا۔ اگر وہ یہ ثابت نہ کر سکے کہ اس کے پاس یہ باور کرنے کی وجوہات تھیں کہ وہ شادی بچپن کی شادی نہیں تھی۔

(۶) (الف) اگر کوئی نابالغ بچپن کی شادی کرے تو وہ آدمی جو ماں باپ یا سرپرست یا کسی دیگر قانون یا غیر قانونی حیثیت سے اس نابالغ کا انچارج ہو۔ اور جو اس شادی کے لئے کوئی کارروائی کرے یا شادی کی اجازت دے یا لاپرواہی کی وجہ سے اس شادی کو منع نہ کرے اُسے ایک ماہ قید محض یا ایک ہزار روپے جرمانہ کی سزا ملے گی لیکن عورتوں کو قید کی سزا نہیں دی جائے گی۔

(ب) بشرطیکہ برعکس ثبوت نہ ملے نہ پہنچا جائے یہ تصور کر لیا جائیگا کہ نابالغ کے بچپن کی شادی کرنے میں نابالغ کا سرپرست لاپرواہی کی وجہ سے شادی کو روکنے میں ناکام رہا ہے۔

(۷) ۱۹۲۸ء کے جنرل کلا ایکٹ کی دفعہ ۲۵ یا تعزیرات مہند کی دفعہ ۴۷ کے باوجود کوئی عدالت اس قانون کی دفعہ ۳ کے مطابق کسی جرم کو سزا دیتے ہوئے اس بات کی مجاز نہ ہوگی کہ بصورت عدم ادائیگی جرمانہ ملازم کو قید کی سزا دے سکے۔

(۸) ضابطہ فوجداری ۱۹۲۸ء دفعہ ۱۹۰ کے باوجود بریڈینسی مجسٹریٹ یا ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کے سوا کسی بھی عدالت کو اس قانون کے ماتحت کسی بھی جرم کی سماعت یا اس میں دست اندازی کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔

(۹) اس قانون کے متعلق کسی جرم کے بارے میں کوئی عدالت اس وقت تک غور نہیں کرے گی تا وقتیکہ متغاثہ شادی (جس سے وہ جرم تعلق رکھتا ہو) کو ایک سال ہوئے سے پہلے پہلے دائر نہ کیا گیا ہو۔

(۱۰) اس قانون کے ماتحت جرم کی سماعت کرنے والی عدالت بشرطیکہ وہ زیر دفعہ ۲۰۲ ضابطہ فوجداری استغاثہ کو خارج نہ کرے یا خود ضابطہ فوجداری کی دفعہ ۲۰۲ کی رو سے تحقیقات کرے گی اور یا اپنے ماتحت کسی مجسٹریٹ درجہ اول کو ایسا کرنے کی ہدایت کریگی۔

(۱۱) (الف) مستغیث کا بیان لینے کے بعد اور ملازم کو حاضر ہونے کیلئے مجبور کرنے سے پہلے عدالت (سوائے اس حالت کے جب کہ تحریری وجوہات دی گئیں ہوں) مستغیث سے اس معاوضہ کی ادائیگی کے لئے جو زیر دفعہ ۲۵۰ ضابطہ فوجداری اس پر لازم ہو سکتا ہو ایک سو روپے تک کی ضمانت کے ساتھ یا بلا ضمانت چلکے طلب کرے گی۔ اور اگر وہ ضمانت عدالت سے مقرر کردہ بیعاد کے اندر اندر داخل نہ کی جائے تو استغاثہ خارج کر دیا جائے گا۔

(ب) اس قانون کے ماتحت جو چلکے لیا جائیگا۔ وہ ضابطہ فوجداری کے مطابق لئے گئے چلکے جیسا ہی سمجھا جائیگا اور اس لئے اس پر ضابطہ فوجداری کا باب عائد ہوگا۔

احکام شرعیہ کی حقیقت صلیہ

بعض لوگوں کو جوہر عدم واقفیت کے حکم شرعی کے معنی اور مفہوم سمجھنے میں غلط فہمی واقع ہوئی ہو اور یہ غلط فہمی تین طرح سے واقع ہوئی ہو اول یہ کہ وہ لوگ احکام شرعیہ فقط عبادت ہی کو سمجھتے ہیں احکام معاملات و معاشرت کو احکام شرعیہ نہیں سمجھتے۔ اس لئے وہ سمجھتے ہیں کہ احکام معاملات و معاشرت میں مداخلت جائز ہے۔

دوسری غلط فہمی یہ ہے کہ احکام شرعیہ کا اطلاق فقط فرائض و واجبات ہی پر آتا ہے۔ اور جس امر کو شریعت میں مباح قرار دیا گیا ہے یا کرنے اور نہ کرنے میں اختیار دیا ہے یا کرنے پر نواب کا وعدہ فرمایا ہے اور نہ کرنے پر جرم نہیں قرار دیا ہے یا درجہ استحباب میں رکھا ہے۔ ان پر احکام شرعیہ کا اطلاق نہیں آتا لہذا ان احکام میں مداخلت جائز ہے۔

اور تیسری غلط فہمی یہ ہے کہ احکام شرعیہ فقط احکام قرآن ہی کو کہتے ہیں باقی احکام کو احکام شرعیہ نہیں کہتے لہذا ان احکام میں مداخلت ممنوع قرار نہیں دیتے ان غلط فہمیوں کو دیکھتے ہوئے ضروری معلوم ہو کہ اول یہ امر واضح کیا جائے کہ احکام شرعیہ کی حقیقت کیا ہے اور اس کے بعد بتایا جائے کہ احکام شرعیہ میں مداخلت کے کیا معنی ہیں تاکہ ہر شخص آسانی سے معلوم کر سکے کہ سارے دہل میں جو قوانین نکاح کے متعلق تجویز کئے گئے ہیں ان کا اجراء مسلمانوں کے حق میں مذہبی مداخلت ہے

یا نہیں کیونکہ جو احکام شرعیہ ہیں ان کے مجموعہ کو مذہب اور شریعت کہا جاتا ہے اور ان احکام میں سے کسی حکم میں مداخلت کرنا مذہبی مداخلت قرار دیا جائیگی۔ احکام شرعیہ وہ احکام ہیں کہ جن کا ثبوت کسی دلیل شرعی سے ہوا ہے۔ اور اہل شرعیہ چاہیں۔ کتاب اللہ یعنی قرآن شریف۔ سنت رسول اللہ یعنی حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع امت۔ قیاس مجتہد جو حکم ان چار دلیلوں میں سے کسی ایک دلیل سے ثابت ہوگا وہ حکم شرعی کہلائیگا خواہ وہ حکم از نسیم عبادت ہو یا از نسیم معاملہ و معاشرت ہو اور خواہ وہ حکم حلت کا ہو یا حرمت کا اور خواہ وہ حکم فرضیہ و وجوب کا ہو یا سنیت استحباب اباحت و حرمت و کراہت وغیرہ کا ہو اور خواہ اس کا ثبوت قرآن شریف سے ہو یا حدیث شریف ہو یا اجماع امت سے یا قیاس مجتہد ان تمام صورتوں میں وہ حکم شرعی کہلائیگا کسی حکم کے شرعی ہونے کیلئے اس بات کی ضرورت نہیں ہو کہ وہ حکم از نسیم عبادت ہی ہو اور اس بات کی ضرورت ہو کہ وہ حکم از نسیم فرض و واجب ہی ہو اور نہ اس بات کی ضرورت ہو کہ وہ حکم قرآن شریف ہی سے ثابت ہو بلکہ کسی حکم کے شرعی ہونے کے یہ سنی ہیں کہ اس کا ثبوت کسی ایسی دلیل سے ہو کہ جس کو دلیل شرعی کہا جاتا ہے اور اوپر بیان ہو چکا ہو کہ اہل شرعیہ چاہیں۔ قرآن شریف حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجماع امت۔ قیاس مجتہد ان چاروں سے جو احکام ثابت ہو گئے وہ سب کے سب احکام شرعیہ میں شمار ہونگے انہیں سے کسی میں مداخلت کرنا مذہب میں مداخلت ہوگی۔ اور وہ قابلِ رد و ثبوت نہیں ہوگی۔

مداخلت کس کو کہتے ہیں

مداخلت ایک مفہوم کلی ہوا سکے افراد و جزئیات بہت ہیں لہذا اولاً اس مفہوم کی کئی معنی بتائے جاتے ہیں اس کے بعد مثالوں سے اسکو واضح کیا جائیگا اور اس کے بعد بتایا جائیگا کہ سارے دال کا اخلاق مسلمانوں پر مذہبی مداخلت کیا نہیں۔ مداخلت کے یہ معنی ہیں کہ کسی حکم شرعی میں ایسا تصرف کیا جائے یا ترمیم کہ اس حکم کی شخصیت جو شریعت نے قائم کی ہو وہ بدستور قائم نہ رہے اور اس کی کئی صورتیں ہیں۔

اول یہ کہ حکم کی مدد کو بدل دیا جائے اگر شریعت نے اسکو نفس جواز کی مدد میں رکھا تھا تو اس کو نفس جواز کی مدد سے نکال کر کسی دوسری مدد میں داخل کر دیا جائے خواہ وجوب کی مدد میں یا فرضیت کی مدد میں یا حرمت و کراہت وغیرہ کی مدد میں تو ان تمام صورتوں میں اس جواز کے حکم میں مداخلت ہوگی۔ کیونکہ وہ

عَلَى أَنَّ اللَّهَ لَا يَجْعَلُ امْتِنَ اَوْ قَالَ امْتِنَ مُحَمَّدٌ عَلَى الصَّلَاةِ الْحَدِيثُ ترمذی
عَلَى أَنَّ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَأْرَأِ أَنْ يَسُبَّ مَعَاذُ آلِي إِبْرَاهِيمَ قَالَ كَيْفَ تَقْفِي إِذَا عُرِضَ لَكَ قَضَاءُ قَاتِلِ نَفْسِي كَيْتَا
اللَّهُ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي كِتَابِ اللَّهِ قَالَ فَبِسُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ فَإِنْ لَمْ تَجِدْ فِي سُنَّةِ رَسُولِ اللَّهِ
صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فِي كِتَابِ اللَّهِ تَعَالَى قَالَ اجْتَهِدْ بِرَأْسِكَ وَلَا تَفْخَرْ بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدْرَهُ فَقَالَ
الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي وَفَّقَ رَسُولَ رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لِمَا يَرْضَى رَسُولُ اللَّهِ الْبُودَاؤُ وَ -

جواز شرعی سب صورتوں میں قائم نہیں رہا۔ جسکی مثال شریعت میں یہ ہے کہ احرام حج سے فارغ ہونے کے بعد شکار کرنے کی اجازت دی گئی ہو اور اس اجازت کی قرآن شریف میں تصریح ہو: **وَإِذَا أَحَلَّ اللَّهُ لَكُمْ الْفَيْءَ فَاصْطَادُوا** یعنی جسوقت احرام حج سے فارغ ہو جاؤ تو تم کو جس شکار سے حالت احرام میں منع کیا گیا تھا اسکی اجازت ہو اب اس شکار کے جواز کو مد جواز سے نکال کر کسی دوسری مد میں داخل کرنا اس حکم جواز میں مداخلت ہوگی خواہ مد فرضیت میں داخل کیا جائے یا مد وجوب میں یا مد حرمت و کراہت وغیرہ میں کیونکہ ان تمام صورتوں میں جواز شرعی بدستور باقی نہیں رہا۔

دوسری صورت مداخلت کی یہ ہے کہ مد حکم تو نہ بدلی جائے مگر اس کی کمیت میں کمی بیشی کی جائے مثلاً شریعت میں فرض پنجگزار کی کمیت یعنی عدد رکعات مقرر کی گئی ہے۔ دو رکعت نماز فجر چار رکعت ظہر چار رکعت عصر تین رکعت مغرب چار رکعت عشاء۔ اب ان فرض کی مد کو یعنی فرضیت کو تو نہ بدلا جائے مگر ان کی کمیت یعنی عدد رکعات میں کمی بیشی کی جائے مثلاً چار کی بجائے تین یا تین کی بجائے چار کی جائے تو یہ بھی ایسی ہی مداخلت ہوگی جیسا کہ ان فرض کو مد فرضیت سے نکال کر کسی دوسری مد میں داخل کرنے کی صورت میں ہوگی۔

تیسری صورت مداخلت کی یہ ہے کہ نہ مد حکم کو بدلا جائے اور نہ کمیت کو بلکہ حکم کے ظرف مکانی یا ظرف زمانی میں تصرف کیا جائے۔ ظرف مکانی میں تصرف کرنے کی مثال یہ ہے کہ شریعت نے نفل کیلئے خصوصیت مکانی کا لازم نہیں رکھا بلکہ مسجد میں اور گھر میں پڑھنے کی اجازت دی ہے اب مسجد میں نفل پڑھنے سے روکنا یا گھر میں پڑھنے کی ممانعت کرنا دونوں صورتوں میں ظرف مکانی میں مداخلت ہوگی اور یہ ایسی ہی ناجائز ہوگی جیسا کہ مد حکم کو بدلنا ناجائز تھا ظرف زمانی میں تصرف کرنے کی مثال یہ ہے کہ شریعت نے قربانی کے لئے تین دن مقرر کئے ہیں اب ان میں کمی بیشی کرنی یعنی بجائے تین دن کے دو دن کر دینے یا بجائے تین کے چار دن کر دینے مداخلت ہوگی اور یہ ایسی ہی ناجائز ہوگی جیسا کہ مد حکم کو بدلنا ناجائز تھا۔

چوتھی صورت مداخلت کی یہ ہے کہ کسی حکم شرعی کے کرنے پر جو ثواب یا عذاب مرتب کیا گیا ہو اس کو بدل دینا مثلاً شریعت میں نماز روزہ حج وغیرہ کے ادا کرنے پر ثواب کا وعدہ دیا ہے ثواب ثواب کا مستحق نہ سمجھنا یا عذاب کا مستحق قرار دینا دونوں صورتوں میں مداخلت ہوگی یا مثلاً فرضینہ نماز روزہ وغیرہ کے ترک پر شریعت نے وعید عذاب مرتب فرمائی ہے اب تارک مصلوۃ وغیرہ کو مستحق وعید نہ سمجھنا یا مستحق ثواب سمجھنا دونوں صورتوں میں مداخلت ہوگی یا مثلاً شریعت نے نوافل پڑھنے پر ثواب کا وعدہ فرمایا ہے اور نہ پڑھنے پر وعید نہیں فرمائی اب نوافل پڑھنے پر ثواب کا مستحق نہ سمجھنا یا بجائے ثواب کا مستحق عذاب سمجھنا اور نہ پڑھنے پر مستحق عذاب سمجھنا یا مستحق ثواب سمجھنا یہ تمام صورتیں مداخلت کی ہوگی اور ایسی ہی ناجائز ہوگی جیسا کہ مد حکم کو بدلنا ناجائز تھا۔

کسی حکم شرعی کے شرائط جو شریعت نے مقرر کئے ہیں ان میں کبھی بیشی کرنا بھی مداخلت ہوگی
کسی حکم شرعی کے عموم و خصوص میں تصرف کرنا بھی عام کو خاص بنانا اور خاص کو عام بنانا اور ایسا
ای کسی حکم کے اطلاق و تقید میں تصرف کرنا یعنی مطلق کو مقید بنانا یا مقید کو مطلق بنانا وغیرہ یہ تمام
صور میں تبدیلی میں داخل ہیں۔ مگر خوف طوالت مسئلہ نہیں ذکر کی گئیں لغرض جس تبدیلی سے حکم شرعی
کی شخصیت شرعیہ بدستور قائم نہ رہے وہ مداخلت کہلائے گی اور ناجائز ہوگی۔

نکاح کی حقیقت شرعیہ

بعض لوگوں کو جوہر عدم واقفیت احکام شرعیہ سے یہ غلط فہمی واقع ہوتی ہے کہ انہوں نے
نکاح کو فقط ایک معاشرتی معاہدہ قرار دیا ہے اور اس غلط فہمی سے یہ نتیجہ نکلا کہ جب نکاح فقط
ایک معاشرتی معاہدہ ہی ہے تو یہ حکم شرعی نہیں ہے لہذا اس میں اگر کوئی تصرف یا ترمیم کسی
مصلحت کی بنا پر کی جائے تو یہ مداخلت مذہبی نہیں ہوگی لہذا سارے اہل کاطلاق مسلمانوں پر مذہبی
مداخلت نہیں ہے لہذا ان کو مخالفت نہیں کرنی چاہیے۔ یہ نتیجہ اور جس بات پر یہ نتیجہ مرتب کیا ہے وہ دونوں
غلط ہیں کیونکہ شریعت مقدسہ نے نکاح کو فقط معاشرتی معاہدہ ہی نہیں قرار دیا بلکہ اس کو علاوہ
معاشرتی معاہدہ کے عبادت بھی قرار دیا ہے۔

نکاح کے عبادت ہونے کے اولہ

عَلَيْهِ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ ارْتَعَمَ مِنْ سُنَنِ الْمُرْسَلِينَ الْحَيَاءُ وَالْقَطَرُ
وَالسَّوَالِكُ وَالنَّكَاحُ حَضْرَةُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْرَمَا يَسْ كَمَا فِي رِوَايَاتٍ عَنْ رُسُلِهِمْ فِي سُنَنِ
هِيَ حَيَاءٌ عَطَرٌ لَكَ نَا. نَشَوَا كَمَا كَرْنَا. نَكَاحٌ كَرْنَا. أَوْ ظَاهِرٌ هِيَ كَمَا فِي رِوَايَاتٍ عَنْ رُسُلِهِمْ فِي سُنَنِ
وَهُ ضَرُورٌ عِبَادَتٍ فِي دَاخِلٍ هِيَ۔

عَنْ مَنْ تَزَوَّجَ امْرَأَةً فَقَدْ اسْتَكْمَلَ نَصْفَ الْإِيمَانِ حَضْرَةُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
لَمْ يَفْرَمَا يَسْ كَمَا فِي رِوَايَاتٍ عَنْ رُسُلِهِمْ فِي سُنَنِ هِيَ حَيَاءٌ عَطَرٌ لَكَ نَا. نَشَوَا كَمَا كَرْنَا. نَكَاحٌ كَرْنَا. أَوْ ظَاهِرٌ هِيَ كَمَا فِي رِوَايَاتٍ عَنْ رُسُلِهِمْ فِي سُنَنِ
وَهُ ضَرُورٌ عِبَادَتٍ فِي دَاخِلٍ هِيَ۔

عَنْ النِّكَاحِ مِنْ سُنَنِ فَمِنْ رَغَبٍ عَنْ سُنَنِ فَلَيْسَ مِنْ سُنَنِ حَضْرَةُ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَمْ يَفْرَمَا يَسْ كَمَا فِي رِوَايَاتٍ عَنْ رُسُلِهِمْ فِي سُنَنِ

کہ نکاح میری سنت ہے جو میری سنت سے منہ موڑ گیا وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے جو میری جماعت میں سے منہ موڑے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت ہو اور سنت بھی ایسی کہ اس سے منہ موڑنے پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنی جماعت سے خارج بنائیں تو اسکے عبادت ہوئے میں کیا تردد ہو سکتا ہے

قول فقہا

لکھ لیس لہذا عبادۃ شریعت من بعد آدم الی الکان فی شریعتہ فی الجنۃ الا النکاح والایمان (در مختار) فقہا حنفیہ رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین فرماتے ہیں کہ سوائے نکاح اور ایمان کے اور کوئی ایسی عبادت نہیں ہے جو حضرت آدم علیہ السلام سے لیکر آج تک جاری ہو اور پھر جنت میں بھی جاری ہو ان احادیث اور قول فقہار رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین سے سورج کی طرح روشن ہو گیا کہ نکاح شریعت میں فقط ایک معاشرتی معاہدہ ہی نہیں بلکہ ایک بہترین عبادت بھی ہے تو جب عبادت ہونا ثابت ہو گیا تو اسکے شرعی ہونے میں کیا کلام ہو سکتا ہے لیکن اگر محض دینی دیر کیلئے فرض کیا جائے کہ نکاح فقط ایک معاشرتی معاہدہ ہی ہو اور عبادت ہوئی حیثیت سے قطع نظر کیا جائے تب بھی یہ حکم شرعی ہو گا کیونکہ کسی حکم کے شرعی ہونے کے لئے ضروری نہیں ہے کہ وہ از قریب عبادت ہی ہو بلکہ شرعی ہونے کے لئے فقط اس بات کی ضرورت ہو کہ اس کا ثبوت کسی دلیل شرعی سے ہوا ہو جیسا کہ شریع میں بتا دیا گیا تھا خواہ وہ حکم عبادت کا ہو یا معاملات کا یا معاشرت وغیرہ کا کیونکہ شریعت اسلامیہ نے جتنے صیغے انسان کی ضروریات و اصلاح کے ہیں تمام کو اپنے اندر لایا ہے اور ہر صیغے کو اپنا حق قرار دیکر اسکے تمام دفعات و جزئیات کی ایسی تشریح کر دی ہے کہ قیاس تک کسی اصلاح کی ضرورت باقی نہیں رہتی جیسا کہ قرآن شریف میں ہے (وَلَقَدْ فَصَّلْنَا لَکَ الْکُلَّ شَیْءٍ) کہ قرآن شریف ہر ضروری چیز کی تفصیل پہلے ہی شریعت نے کرنا صیغہ باقی چھوڑا ہو گا کہ جس میں ہر صیغہ پیشا ہے پچانہ پھرنے کے احکام کی اس قدر تفصیل ہے کہ ہر حدیث کی کتاب میں ایک مستقل حصہ کئی کئی درجوں میں ہوتا ہے اور بعض تمام صیغے جو شریعت نے اپنے اندر لیکر رکھے تشریح کی ہے ان تمام صیغوں کے احکام شرعی احکام ہیں ان کو شرعی احکام سے خارج سمجھنا محض ناواقفیت پر مبنی ہے قرآن شریف حدیث شریف اور کتب فقہ تمام صیغوں کی تفصیل پر ہیں خصوصاً قرآن شریف و حدیث شریف کا ایک بہت بڑا حصہ فقط قانون نکاح و طلاق کے متعلق ہے تو کیا پھر بھی نکاح کو حکم شرعی ہونے میں تردد ہو سکتا ہے۔ اور جب نکاح کا شرعی ہونا ثابت ہو گیا تو اب ہمیں کسی قسم کی تردید یا اصلاح مذہبی مداخلت ہوگی اور قطعاً ناجائز ہوگی اور مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکیں گے نہ

اگر لفظ رضی حال تسلیم کر لیا جائے کہ نکاح شرعی حکم نہیں ہے تب بھی مسلمانوں کو سارے دین کی مخالفت کرنی پڑے گی اور بعض برائے سبلی کا یہ خیال غلط ہے کہ مسلمانوں کو مخالفت کرنی چاہیے صرف اُس صورت میں ہے کہ نکاح کو شرعی حکم تسلیم کیا جائے کیونکہ جو قانون کہ جس کی مضرتیں اس قدر ہوں کہ ان کا برداشت کرنا قریب قریب حدامکان سے خارج ہو اور کبندہ آئینہ الی شلوں کے لئے اخلاقی حیثیت سے تباہ کن ہو ایسے قانون کی مخالفت کرنی مسلمانوں کو ہر طرح سے حق حاصل ہے قطع نظر اس سے کہ اس قانون میں شرعی مداخلت ہو یا نہ ہو مثلاً اگر کوئی شخص ان حضرات ممبران کے گھر کو گرانٹ شروع کرے اور یہ اس کو منع کریں

کہ مٹ گرا اور گرے والے جواب دے کہ کوئی مذہبی مداخلت تو نہیں ہو کہ تم مجھ کو منع کرتے ہو تم کو منع کر دینا حق جیب ہوتا کہ میں تمہارے مذہب میں مداخلت کرتا میں تو صرف تمہارا مکان گرا رہا ہوں۔ کوئی مذہبی مداخلت تو نہیں کر رہا لہذا اس سے تمہیں منع کر دینا کوئی حق نہیں ہو تو کیا یہ حضرات مہربان اس قول کو تسلیم کر کے گھر کرنے کی اجازت دیدینگے جو فیصلہ ان حضرات کو اس وقت صحیح معلوم ہو نہایت ایمان داری کیساتھ فیصلہ دیا ہے حق میں کرو میں اور اس گفتگو کو دوسریاں میں نہ لائیں کہ چونکہ نکاح شرعی حکم نہیں ہو لہذا مسلمان کو اس میں مداخلت کیونہیں مخالفت نہیں کرنی چاہیے جب ہمارے لئے اور ہماری آئندہ نسلوں کیلئے یہ قانون تباہ کن باعث بربادی ہو تو ہمیں ہر طرح سے اسکی مخالفت کر دینا حق حاصل ہو اور سلطنت کو کسی طرح سے اسکے نافذ کر دینا ہم پر حق نہیں ہو الحال سار دابل ہر طرح سے مسلمانوں کے لئے ناقابل برداشت ہے ۛ

اعترض

بعض ممبران سہیلی نے جو اپنے آپکو مجتہد فی المذہب سمجھتے ہیں یہ بیان فرمایا کہ نابالغوں کا نکاح کر دینا شریعت میں ایک جائز امر ہو سکے اولیاء کو شریعت نے اختیار دیا ہو کہ اگر وہ چاہیں تو نکاح کر سکتے ہیں مگر شریعت نے نابالغوں کے نکاح کو واجب و لازم نہیں قرار دیا پس قانون سار دابل ایک اختیاری امر پر پابندی عائد کرتا ہے لہذا یہ مذہبی مداخلت نہیں ہے اگر کسی ضروری امر میں مداخلت کرتا تو البتہ مذہبی مداخلت کا مصداق بنتا۔

جواب

ع۔ یہ خیال غلط ہے کہ مداخلت فقط امور ضروریہ ہی ہیں ناجائز ہو بلکہ امور اختیاریہ میں بھی ناجائز ہے جیسا کہ مفصل طور پر اوپر گزر چکا ہے
مذہب جن پوچھو آپ قانون سار دابل میں نابالغ قرار دیتے ہیں وہ شرعی قانون میں بالغ ہیں اور نکاح کرنا فی نفسہ اگرچہ سنت ہو مگر غلبہ شہوت کے وقت واجب ہو جاتا ہو تمام کتب فقہ میں یہ مسئلہ موجود ہے کہ (النکاح عند التوقان واجب) کہ نکاح سنت ہو اور غلبہ شہوت کے وقت کہ جیب خوف زمانہ ہو واجب ہو تو اس صورت میں جو معنی مداخلت کے آپ نے خود تجویز فرمائے ہیں اسکے مطابق بھی سار دابل مذہبی مداخلت میں شمار ہوگا۔

ع۔ مذہب اور مذہب میں مداخلت کے معنی ان دونوں باتوں کا فیصلہ ہر شخص اپنے ہی مذہب کے متعلق کر سکتا ہو کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہو کہ وہ کسی دوسرے شخص کا مذہب معین کرے اور اس میں مداخلت کے معنی تجویز کرے ورنہ اس صورت میں تو کوئی شخص اپنے مذہب کو سلامت رکھ ہی نہیں سکتا خصوصاً موجودہ سلطنت میں اس قدر آزادی ہے کہ کوئی شخص اگر کہے کہ کی پوجا کرنی شروع کر دو اور اسکو اپنا مذہب قرار دے لے تو کسی شخص کو یہ حق حاصل نہیں ہو کہ وہ اسکو کہے کہ یہ تیرا مذہب نہیں ہو اور نہ کسی کو سلطنت کی طرف سے یہ حق ہو کہ وہ اسکے مذہب میں مداخلت کے معنی اپنی طرف

سے تجویز کرے بلکہ جس بات کو وہ کہے گا پوچھنے والا مداخلت سمجھے گا اسکو مداخلت قرار دیا جائیگا اور اس بات کی گفتگو نہیں ہوگی کہ یہ بات تیرے مذہب میں جائز ہو یا واجب اور یہی وجہ ہے کہ تمام مذاہب حق یا باطل ہیں جن چیزوں کو مذہب قرار دیا گیا ہو انکو سر صاحب مذہب آزادی سے کرتا ہو کبھی ان سے یہ مطالبہ نہیں کیا گیا کہ صاحب مذہب آپ کے مذہب میں یہ چیزیں جائز کے درجہ کی ہیں یا واجب کے درجہ کی مثلاً تعزیروں شدوں سورتوں مگر کھیر تن گرتہ صاحب کے جلوس یا مجالس وعظ و عرس و میلاد شریف وغیرہ وغیرہ یا ایک شہر میں چند جگہ نماز جمعہ کا ادا کرنا یا متحد جگہ نماز عید کا پڑھنا یا نقلی حج کا کرنا یا کائے وغیرہ کا گوشت کھانا وغیرہ وغیرہ اس قسم کے سزاؤں امور ہیں جو سر صاحب مذہب انکو آزادی سے کرتا ہو مگر قانوناً آج تک کبھی یہ سوال نہیں کیا گیا کہ یہ چیزیں مذہب میں کس درجہ کی ہیں کیا فرض و واجب ہیں یا جائز بلکہ سلطنت کی طرف سے یہ چیزیں دریافت کئے اس بات کے ان تمام چیزوں کو مذہبی امور قرار دیکر ایسا انتظام قائم کیا جاتا ہے کہ کوئی شخص ان امور کے ادا کرنا نہیں خلل انداز نہ ہوئے پائے ورنہ کوئی شخص اپنے مذہب کو سلامت نہیں رکھ سکیگا۔

تو اب اس بنا پر ہم ان حضرات محترمہ ان سے دریافت کرتے ہیں کہ آپ تمام مسلمانوں کا مذہب معین کریں اور اس میں مداخلت کے معنی تجویز فرمائیں آپ کو صرف امتناع حاصل ہے کہ آپ اپنا مذہب تقریر کریں اور اس میں مداخلت کے معنی تجویز فرمائیں مگر تمام دنیا کے مسلمانوں کا مذہب معین کرے اور اس میں مداخلت کرے تجویز کرے گا آپ کو کیا حق ہو اس بنا پر اگر آپ قانون ساز و اہل کو اپنے مذہب مقرر کردہ میں مداخلت نہیں سمجھتے تو آپ فقط اپنے لئے منظور فرمائیں۔ لیکن عام مسلمان جو کہ اسکو مذہبی مداخلت سمجھتے ہیں وہ اسکو منظور نہیں کر سکتے اور اگر بالفرض شخص کو یہ حق حاصل ہو کہ وہ علاوہ اپنے مذہب کے دوسرے کا مذہب بھی تجویز کرے اور اس میں مداخلت کے معنی بھی تجویز کرے تو ہمیں بھی اجازت ملنی چاہیے کہ ہم بھی آپ کے مذہب میں یا دوسرے کے مذہب میں فحواہ ہو و ہوں یا عیسائی جن باوجود مذہبی مداخلت نہیں سمجھتے اپنے قانونی پابندیاں عائد کر سکیں پس پہلے ہم آپ کا مذہب ہی سے علاحدہ کرنا مذہبی مداخلت نہیں سمجھتے اور اسکو جائز سمجھتے ہیں لہذا اول ہماری یہ درخواست منظور ہونی چاہیے اسکے بعد ہم پوری کل فہرست تمام مذاہب متعلق پیش کریں گے اگر آپ ان سب کی منظوری دینگے تو اللہ ہم آپ کے اوصاف کی داد دینگے۔

آزالہ و ہم

بعض حضرات نے موجودہ سلطنت کو سلطنت اسلامیہ پر قیاس کرتے ہوئے یہ نتیجہ لگا لایا کہ جس طرح حکام سلطنت اسلامیہ کو یہ حق ہو کہ وہ احکام شرعیہ کی تنفیذ و اجراء میں اور انہر عملدرآمد کرنے میں راہ عمل تجویز کریں اور حسب مصلحت یا بعض ہاں مانا کریں اسبطرح موجودہ سلطنت کے حکام کو بھی قانون شرعی کی تنفیذ و اجراء میں خواہ وہ مکمل لگا ج ہو یا کوئی دوسرا حکم ہو راہ عمل تجویز کرنے کا حق ہونا چاہیے۔ اور حسب مصلحت اس پر پابندیاں عائد کرنا اختیار ہونا چاہیے مگر یہ خیال عقلاً و نقلاً دونوں طرح سے غلط ہے نقلاً اس واسطے غلط ہے کہ شریعت مقتدر سے کسی جماعت کفار کو خواہ یہ جوہ کی ہو یا نصاریٰ کی یا کوئی دوسری قوم ہو کہ سبطر جسے یہ حق نہیں دیا کہ وہ کسی قانون شرعی میں کسی قسم کا دخل دو سکیں اور اہل اسلام کو نہایت تاکید کیجیگا حکم فرمایا ہے کہ تم

ہر کسی قانون شرعی کے بارے میں کسی فرقہ کفار کی اطاعت نہ کرنا غزوۂ اصرار میں لڑائی کا رنگ بگڑے بعض
 منافقین نے مسلمانوں کو کچھ مشورہ دیا اللہ تعالیٰ نے انکے اور انکے علاوہ تمام کفار کے ہر قسم کے مشورے کو قبول
 کرنے سے منع فرمایا اور قبول کرنے کی صورت میں جو نقصان پیدا ہوتا تھا وہ بھی بیان فرمایا اے اہل الذین امنوا ان
 تطيعوا الذين كفروا يردوكم على اعقابكم فتنقلبوا خسران ترجمہ ہم نے ایمان والوں کو حکم کہنا مانا کہ کافروں کا توڑ نہ کرو
 انٹا پھیر دینے کے بعد تم ناکام ہو جاؤ گے (انٹا پھیرنے سے مراد یہ ہے کہ وہ تم کو پھر کفر کی طرف لوٹا دینگے اور پھر تم ہر طرح
 سے ناکام ہو گے یعنی خسران دنیا والا آخرت کے مصداق ہو جاؤ گے دوسری آیت میں کافر نے انکی صاف طور پر
 تصریح ہو کر اے اہل الذین امنوا ان تطيعوا فریقاً من الذین اولوا الکتاب یردوکم بعد ایما انکم کفر بن ترجمہ اے ایمان
 والو اگر تم کہنا مانو گے کسی فرقہ کا ان لوگوں میں سے جس کو کتاب دی گئی ہو (یعنی یہود و نصاریٰ) تو وہ لوگ تم کو ایمان
 لائے پیچھے کافر بنا دینگے) اس قسم کی بہت سی آیتیں ہیں کہ جن میں مسلمانوں کو صاف طور پر کفار کے ہر قسم کے
 مشورے و ترغیم قبول کرنے سے روکا گیا ہے اور یہی واضح کیا گیا ہے کہ انکے مشورے اور ترغیم قبول کرنے کا نتیجہ
 یہ ہو گا کہ تم کافر ہو جاؤ گے تو اب کسی کافر جماعت کا کوئی مشورہ یا ترغیم کسی قانون شرعی کے متعلق قبول کر لینے
 صاف طور پر منع ہے یہ کہ مسلمان العیاذ باللہ ایمان کو چھوڑ کر کفر کو اختیار کرنے کے لئے تیار ہو گئے ہیں باقی
 پر اس خیال کا غلط فہم ہونا تو اس کے متعلق یہ عرض ہے کہ میں اور بیان کر چکا ہوں کہ کسی شخص کو کسی دوسرے
 شخص کے مذہب میں کسی قسم کی دست اندازی کرینا یا کسی قسم کی ترغیم و تصرف کرینا حق نہیں ہو سکتا کیونکہ
 ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس مشورے میں کوئی اہل مذہب یا مذہب کو سلامت نہیں کہہ سکتا ہر اہل مذہب دوسرے
 کے مذہب کو مٹا دینا یا لگا کر اصل ایک جماعت جو ایک مذہب کی پابند ہے اس کو دوسری جماعت کے مذہب میں
 تصرف کرینا حق دینا اسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ اس مذہب کو مٹا دیا جائے تو اب موجود حکومت
 جو شریعت علیہ صی کی پابند ہے اس کو شریعت اسلامیہ میں تصرف کرینا اختیار دینا اسکے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں
 کہ شریعت اسلامیہ کو مٹا دیا جائے کیونکہ ہر جماعت اپنے مذہب کو حق سمجھتی ہے جو اہل نفس الامر میں اس کا مذہب
 باطل ہی کیوں نہ ہو اور دوسرے مذہب کو باطل سمجھتی ہے گو وہ نفس الامر میں حق ہو اور کون عاقل تسلیم کر سکتا ہے
 کہ ایک جماعت جس مذہب کے باطل سمجھتی ہے وہ اس مذہب میں تصرف کرینا محض ہونیکے بعد اس مذہب کی حفاظت کر لے
 بلکہ وہ تو اپنا ساز و ساز مذہب کے مشائخ فہم کی اسیدہ عقلی کی طرف قرآن شریف میں متعدد جگہ توجہ دلائی
 گئی ہے نہ تو یہ طور پر مشاہدہ ہو دودت طائفۃ من اهل الکتاب اولئذ یلکھم ترجمہ دل سے چاہا تو میں بعض
 لوگ اہل کتاب ہیں سے اس امر کو کہ تم کو گمراہ کر دیں (و دکنبر من اهل الکتاب لو یدرونکم من بعد ایما انکم کفاراً
 حسداً من عند انفسهم) ترجمہ اہل کتاب ایسے بہتر دے جانتے ہیں کہ تم کو گمراہ کر دے ایمان لائی پیچھے کافر کر دے ایں شخص جس کو
 سے جو کہ خود ان کو دلوں ہی کو دود و الو لکھ دیں کہ کافر و اذکون سوا) ترجمہ وہ اس تمنایں ہیں کہ یہ
 وہ کافر ہیں تم بھی کافر بن جاؤ جیسے تم اور وہ سب ایک طرح کے ہو جاؤ ایں قسم کی آیتیں بہت ہیں مگر طول کر خوف
 سے ذکر نہیں کی گئیں عرض کسی کافر جماعت کو اسلامی قانون میں تصرف کرنے کا اختیار دینا اسکے صاف طور
 پر یہ معنی ہیں کہ ہم کافر بنیں اور اسلام کو مٹا دیں پر راضی ہیں العیاذ باللہ مسلمان اس کو ہرگز گوارا نہیں کر سکتے

انہیں وجوہات کی بنا پر شریعت مقدسہ سے کفار کو مسلمانوں پر کسی قسم کی ولایت نہیں دی تھی کہ کسی کا فکرتنفیذ احکام شرعیہ کیلئے قاضی (یعنی جج) وغیرہ نامہ گز جاز نہیں رکھا بلکہ شریعت مقدسہ نے تو کافر کو اتنا بھی حق نہیں دیا کہ وہ کسی مسلمان پر گواہی دے سکے تو آپ خیال فرما سکتے ہیں کہ جس شریعت نے ایک کافر کو کسی معاملہ میں مسلمان پر گواہ بننے کا حق بھی نہیں دیا وہ اس امر کی جواز کب دے سکتی ہو کہ کفار کو قانون شرعی میں ترمیم و تصرف کرنے کا حق دیا جائے اور باوجود اس قدر معاملہ صاف ہو چکے جو شخص پھر بھی کافر سلطنت کو سلطنت اسلامیہ پر قیاس کرے اور موجودہ زمانہ کی سلطنت کو اسلامی قانون میں تصرف کرنے کی اجازت دے اسکی قوت ایمانی اور واقعیت احکام اسلامی کا اندازہ قابل بیان نہیں ہو بلکہ ادنیٰ سے ادنیٰ اہل فہم بھی اسکو نتوا سمجھ سکتے ہیں الحاصل اس قیاس کے دوسرے نقطوں میں یہ معنی ہیں کہ امور شرعیہ کی تنفیذ و اجراء میں جو حق ابو بکر صدیق و عمر فاروق وغیرہما عنوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو تھا وہی حق ابو جہل و ابولہب وغیرہ کو بھی تھا گیا کوئی ذی عقل اسکو تسلیم کر سکتا ہو خلفائے راشدین و دیگر حکام اسلامی کی اطاعت کا صاف طور پر قرآن شریف میں اعلان ہو رہا ہے الذین امنوا اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول واولی الامر منکم (ترجمہ لے ایمان والو تم اللہ کا کہنا مانو اور رسول کا کہنا مانو اور تم میں جو لوگ اہل حکومت ہیں انکا بھی اور بعض مفسرین نے اولی الامر کی تفسیر میں علماء اور اہل حکومت دونوں مراد لئے ہیں اور (منکم) کی قید سے جو اہل حکومت کفار ہیں انکو نکال دیا ہو غرض احکام اسلامی کی اطاعت تو مخصوص نبص قرآنی ہو اور کفار کی اطاعت نہ کرنے کا صریح حکم قرآنی ہو تو اب دونوں کو ایک درجہ دینے کے صاف طور پر یہ معنی ہیں کہ خلفاء راشدین اور ابو جہل و ابولہب وغیرہ احکام شرعیہ کی تنفیذ و اجراء میں مساوی درجہ رکھتے تھے میرے خیال میں کوئی ذی فہم اس مساوات کو تسلیم نہیں کر سکتا اہل اسلام کو چاہیے کہ اس قسم کے معاملوں سے ہمیں اُدھس رہا امتحان میں اپنی ثابت قدمی کا ثبوت دیں اور سادہ اہل کی ترمیم اور تصرف کو مہر قبول نہ کریں

سار داہل کے ناقابل برداشت ہونیکے وجوہ

سار داہل کے ناقابل برداشت ہونیکے وجوہ کچھ دینی ہیں اور کچھ دنیوی۔ اول وجوہ دینیہ بیان کئے جاتے ہیں اسکے بعد وجوہات دنیویہ بیان کئے جائیں گے :-

۱۔ ابطال حکم ولایت اولیائے با نغان

وجہ اول قانون سار داہل کے ناقابل برداشت ہونیکے یہ ہے کہ یہ قانون ایک بہت بڑا حکم شرعی میں مداخلت کر کے اسکو باطل کرتا ہے کیونکہ نابالغوں کے ولیوں کو شریعت نے یہ حق عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنی ولایت سے انکا نکاح چاہاں چاہیں کر سکتے ہیں اور یہ حق ولایت مذہب اسلام میں ایک عظیم الشان مسئلہ ہے جو کہ ہر فقہ کی کتاب میں اسکا ایک مستقل باب ہے اور قرآن شریف میں صاف طور پر اس حق کا اعلان ہوا تھا جس پر وہ سو و نور میں ہر دان کو الا یا علی منکم والصلحین من عبادکم واما انکھ

۳۔ اقرار جہالت رب الرحمن

تیسری خرابی سار دابل کے تسلیم کر چکی یہ ہوگی کہ مسلمانوں کو اقرار کرنا پڑے گا کہ ہمارا رب ہماری مصلحت اور بہتری سے ناواقف اور جاہل تھا البتہ اور ناواقفی کی وجہ سے نا بالئمان کے اولیاء کو لگے نکاح کر دینے کی اجازت دی اور بالئمان کو اپنے نکاح کر لینا اختیار دیا گو وہ قانون سار دابل کے مطابق نابالغ ہوں اور مسلمان کا یہ عقیدہ ہو کہ خداوند تعالیٰ کا کوئی حکم مصلحت کے خلاف اور ہمت نہیں ہوتا کیونکہ ہمارے بزرگ کوئی دوسرا ہماری مصلحت و بہتری کو نہیں سمجھ سکتا مگر جب قانون سار دابل کو صحیح تسلیم کیا جائیگا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ عقیدہ مسلمانوں کا غلط ہو کیونکہ سار دابل نابالغوں کے نکاح کر دینے کو اور ان شرعی بالغوں کے نکاح کر لینے کو سار دابل کے قانون میں نابالغ ہوں دونوں کو مصلحت کے خلاف اور مضر بتاتا ہے کیا مسلمان اس بات کا اقرار کر سکتے ہیں کہ خداوند تعالیٰ کا حکم مصلحت کے خلاف اور ہماری لئے مضر اور سار دابل کا قانون مصلحت کے موافق اور ہماری لئے مفید ہو مگر نہ ہرگز کوئی مسلمان اس کو گوارا نہیں کر سکتا۔

۴۔ زنا کار و بیجا ساختن عیفتان و پردہ نشینان

چوتھی خرابی سار دابل کے تسلیم کر چکی یہ ہوگی کہ بڑے بڑے پاکدامن مرد اور پردہ نشین عورتیں زنا کاری و بیجائی کا شکار ہو جائیں گی کیونکہ جب قانونی دیواریں بند ہوں تو نکاح جائز طریقہ سے خواہش پوری کر نیے روکیں گی اور عورت باغ بھی ہونگے اور قوت و صحت بھی اچھی ہوگی اور زمانہ بھی خصوصاً جو دوسری صدی کا ہوگا تو آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسی صورت میں تو چار پانچ فیصدی بھی اپنی حرم عفت کو حفظ نہیں کر سکیں گے بلکہ بڑی بڑی مقدس عیفتیں اپنے سرمایہ عفت کو چاؤڑی میں کھڑے ہو کر علی الاعلان فروخت کیا کرتی اور بڑے بڑے خاندانوں کی شریف عورتیں جو اس وقت اپنے لباس پاکدامنی کو محبوبی و معمولی دہرے بھی بچاتے بیٹھی ہیں لباس پاکدامنی کو فروخت کر دیتے ہیں چاؤڑی بازار میں دکائیں گے مگر پاکدامنی کو علی الاعلان فروخت کیا کرتی جہیں نہ صرف اپنا ہی منہ کالا کرتی بلکہ اپنی تمام خاندانوں کو سوا عالم کر دیتا اور زمانہ تازہ اعلان سنایا کرتی اور غلے قدوس کی طرف سے خسرو الدنیا و الاخرتہ کی صد روئے سناتے ہیں

۵۔ ازاولے واجب عاجز شدن و لیان

پانچویں خرابی یہ ہو کہ بہت سی ضرورتیں اس قسم کی کلیننگ کی کہ رکاوٹ کی کٹھن کا ہونے کی وجہ سے انکی اولیاء پر انکا نکاح کر دینا واجب ہوگا مگر بوجہ قانونی رکاوٹوں کی وہ اس واجب کو ادا نہیں کر سکیں گے اور اگر ادا کر سکیں تو قانونی سزا پائیں گے جو قانون واجب شرعی کا اوکریں مگر بناؤ اس کو بڑھکے نہیں مداخلت کیا ہوگی

۶۔ درجہ اخل شدن افعال صحابہ کرام و رسول الرحمان

چھٹی خرابی قانون سار دابل کے صحیح مان لینے کی یہ کہ قانون سار دابل حضور صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے افعال کو جو قطعاً جائز تھے جو ان کی فہرست میں داخل

کرنا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے نکاح کرنا جبکہ حضرت عائشہ کی عمر چھ سال کی تھی صحیح روایات ثابت ہو اور ایسا ہی حضرت صحابہ کرام سے چھوٹی لڑکیوں کا نکاح کر دینا اور چھوٹی عمر کی لڑکیوں کو نکاح کرنا دونوں ثابت ہیں اور قانون سار و اہل کو تسلیم کر لینے لازم آتا ہے کہ مسلمانوں پر ان کو کر لیا جو کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا اور صحابہ کرام کا یہ فعل جرم تھا البتہ کیا کوئی مسلمان اس بات کو زبان پر لاسکتا ہے ان روایات کو دیکھ کر یہ دیکھ کر نہ ہوتا چکا کہ اس قدر چھوٹی لڑکی سے نکاح کرنا تو اخلاق کے خلاف ہو کیونکہ ان روایات میں صرف نکاح کرنے کا ذکر ہو قبل بلوغ و عفتاریت و حجام و غیرہ کا ذکر نہیں ہوا اور عفتاریت و حکام جدا ہیں اور صرف نکاح یعنی راجح قبول بلوغ سے پہلے کہ نہیں کوئی بات خلاف اخلاق نہیں ہوا حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے دو بلوغ سے پہلے نہیں ہوئی تو بلکہ جب نوسال کی عمر میں بلوغ ہو گئیں تو اس وقت دو بلوغ ہوئیں اور نوسال کی عمر میں ان کی بالغ ہو سکتی ہے اور خود حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں کہ جب لڑکی نوسال کی ہو جاتی تو وہ عورت بن جاتی ہے یعنی وہ مرد کو پس چاہیے قابل ہو جاتی ہے اور حضرت عائشہ اطہرا سال کی تھیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی رحلت ہوئی تو صرف نوسال حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہی ہیں

نقصانات نبوی

علاء جعفر دفعات قانون سار و اہل کا اور بیان ہوتی ہیں ان میں سے کسی دفعہ خلاف نکاح کر لینے صورت میں وہ لہا سلا اور وہ لہا کوئی باب ہو یا کوئی دوسرا شخص ہو اور قاضی صاحب اور گواہ اور ظہین نکاح حسب پردہ و سرانگانی جائیگی جو اس دفعہ خلاف کر لینے پر جو بزرگی کی جو لیا یا کی قید اور ایک سہرا کو یہ جہانہ تک ہے اور بعض صورتوں میں دونوں سرائیں یعنی قید اور جہانہ ایک ہی شخص پر لگائی جائیگی جسکی تفصیل دفعات میں موجود ہے البتہ عورت کو قید کی سرائیں دیکھا جائیگا۔
 یہ جب تک حصہ سرائیٹک پیش نہیں کریگا تو کوئی قاضی یا گواہ یا وکیل وغیرہ نہیں ملے گا اور اس سرائیٹک کے حال کر نہیں جو جو قس مالی یا بدنی پیش آئے گی وہ محتاج حیان نہیں شخص محکمہ حکام اور انکی ایاز سانیو سے واقف بلکہ سرائیٹک کے حال کر لینے بعد بھی قاضی اور گواہوں کا ملنا بہت دشوار ہو گا کیونکہ قاضی صاحب اور گواہوں کو یہ اندیشہ باقی رہے گا کہ ایسا نہ ہو کہ کل کوئی بات پیدا ہو جائے تو ہم فوجداری سپر ہو جائیں اور رشتہ داروں اور دوستوں کا انتظام نکاح میں با بارات وغیرہ میں شریک ہونا تو قریب قریب ناممکن ہو جائیگا کیونکہ شخص کو یہ خوف ہو گا کہ کہیں فوجداری سپر نہ ہو جاؤں اور ایک دو چہار دن کے بدلے میں ایک ہزار سپر جہانہ یا لکھا کی قید بھگتوں اور سرائیٹک دکھا کر ہر رشتہ دار کو مطمئن کرنا فی نفسہ یک بہت دشوار و بڑی مصیبت ہے اور اس تکلیف مالا یطاق کو برداشت کر لینے کے بعد بھی اکثر لوگوں کو مطمئن کرنا نہیں ہو گا کیونکہ اس خوف کو کہ ممکن ہے کہ یہ سرائیٹک جلی ہو یا کوئی اور اندیشہ پیدا ہو غرض اس خوف کو یہ جو رشتہ دار اور دوست و حجاب نکاح اور بارات میں شریک نہ ہو سکیں اور کیا تجویز ہے کہ یہ خوف اس قدر وسیع ہو جاؤ کہ کھانچہ لازم نہ ہو اور جو سامان جہیز اٹھایا کرتے ہیں وہ بھی خوف کے مارو سامان نہ اٹھائیں اس خوف کو کہ کہیں لینے کو نہ پڑ جائیں اور چار سپر کی مزدوری کو لے لیں فوجداری سپر ہو جائیں اور پھر سامان یا دولہا میاں یا دولہا میاں کا باجان کو اپنی سر پر اٹھانا پڑے غرض اس قسم کی قس اس قدر جو کم کر لینی کہ انکو تصور ہی ہو کہ کلب کا نپ لٹے گا اول تو خانہ داری ہی کی رسم و رواج کو پورا کر لینا جو جہاں اکثر لوگوں کیلئے ناقابل برداشت ہوتا ہے اسوجہ سے باوجود بان ہو لینے شادی کر لینے اکثر اوقات بہت دیر ہو جاتا کرتی ہے مگر جب اس پوچھ کے علاوہ ان مشکلات مذکورہ بالا کا بھی اضافہ ہو جائیگا تو ننانو فی صدی تو عمر صبر

شادی کا نام بھی نہیں لیں گے اور ایک فیصد سی بی جو تمام مرحلے طے کر کے اور مصائب اٹھا کر شادی کر گاتا تو اس کی شادی صورتہ ایک غریب سے غریب آدمی کی موت کا نمونہ ہو گا کہ صرف دو تین ہی آدمی جو بہت ہی قریبی ہونگے فقط وہی دو لہا کے ساتھ ہونگے۔ اور یہ بھی ممکن ہو گا کہ کوئی دشمن چلتا پرزہ اور مویشیاں کو قانونی آپشن میں مبتلا کر دے۔ اور بارات بجائے لڑکی دلے کے مکان کے چیلنی نے جائزے خواہ بعد کو عذر خواہی کیسے ملے گی حاصل کر سکیں مگر فعل تو دشمن کی مراد پوری ہو جائیگی اور گھر میں بوڑھی اماں اس انتظار میں ہونگی کہ دو لہا میاں ابھی نہیں کہہ لیا کرتا ہو کہ چانک خیر پہنچ گیا کہ دو لہا میاں سب بارات کے چیلنی نے میں رونق اور فریادیں محال ان وقتوں کو خیال کرتے ہوئے ہزار ہا عورتیں شادی سے محروم رہیں گے اور مرضی ناکاری میں مبتلا ہو کر اوقاف سے غیرت نصرت ہو جائیگی عسلا اور اگر بل کو قابل دست اندازی پولیس قرار دیدیا گیا تو پولیس کو طرح طرح کے ستانے کے موقع ملیں گے رشتہ داروں سے زیادہ بغیر ہائے ہوئے پولیس کے آدمی جمع ہو جائیں گے سب سے پہلے کہا جائے گا کہ عسلا اور اس کے بعد سائر ٹیکٹ کا لحاظ فرمائیں گے۔ اور صرف کہا ناوش فرماتے پر ہی نجات نہیں ہو گی بلکہ کچھ نقدی بھی نذر کر سکی ضرورت ہو کر گی۔ اور جن حضرات کو مکان پر آئیکا موقع نہیں ملے گا وہ راستہ میں بارات کو روکا کریں گے اور سائر ٹیکٹ دیکھا جائے گا حکم صادر فرمائیں گے۔ اگر خدا نخواستہ وہ اس وقت دو لہا کی جیب میں نہیں ہو گا تو بارات کو اس کے نہیں جانے دینگے جیت تک کہ گھر سے منگوا کر نہیں دیکھا جائے گا۔ اور اگر بالفرض کہیں کہو یا گیا ہو گا تو پھر تمام بارات کو بعد دو لہا کے چیلنی نے جانا پڑے گا جب تک اس بات کی تصدیق نہیں ہو گی کہ یہ سائر ٹیکٹ اصل کرچکے ہیں رفاہی نہیں ہو گی الغرض پولیس زمانے واقف لوگ خوب سمجھ سکتے ہیں کہ اس معاملہ میں کیا کیا وقتیں پیش آئیں گی۔

عسلا وہ یم لکھیاں جن کا پھر مرینیک بعد سولے ماں کے کوئی پرسان حال نہیں ہو گا اور وہ اپنے مفزوریات بہم پہنچانے سے ہی عاجز ہو گی اور ان لکھو کی اصلاح و تربیت کی سوائے نکاح کر دینے کے اور کوئی صورت نہیں ہو گی تو ایسی لکھو کے نکاح سے قانون سار وابل روک واقع ہو گا اور وہ لکھیاں برباد ہو جائیں گی اور روبرو بد بھیک مانگنے کی عادی ہو جائیں گی۔

یہ خانہ داری کے معاملات میں بسا اوقات اس قسم کے واقعات پیش آتے ہیں کہ بعض اوقات چھوٹے لڑکے یا لڑکی کا نکاح کرنا پڑتا ہو والدین خود باعتبار شفقت علی الاولاد کے مجبور ہو جاتے ہیں کہ بالفعل نکاح کریں اور رخصتی بعد کو ہو جائیگی مگر قانون سار وابل اس قسم کے تمام مواقع کو ہمارے ہاتھ سے چھینتا ہوا ان تمام واقعات دیکھتے ہوئے مسلمان سار وابل کو ہرگز ہرگز برداشت نہیں کر سکتے

اعراض اسلام

قانون سار وابل کے پاس کرے ہیں دشمنان اسلام کے متعدد اعراض ہیں عسلا وہ قانون سار وابل پاس کر کے تمام اسلام کے مشائخ کا راستہ نکالنا چاہتے ہیں۔ اور ایسی ترکیب سے کام کرنا چاہتے ہیں کہ آئندہ جس حکم اسلامی کو چاہیں بدل دیں اور مسلمانوں کو بوسے کی گنجائش بھی باقی نہ رہے اور اس وقت قانون نکاح کو صرف اس غرض سے لیا ہو کہ ہمیں مسلمانوں کو دہوکہ دینا آسان ہو نسبت نماز روزہ حج وغیرہ کے احکام کے کیونکہ قانون نکاح میں

کئی طرح سے ہو کہ دینے کے راستے آسانی سے نکل سکتے ہیں مثلاً یہ کہنا کہ یہ شرعی حکم نہیں ہے یہ تو ایک معاشرتی معاہدہ ہے حالانکہ یہ خیالی نکل غلط ہے بلکہ کالج بھی شرعی حکم ہے جیسا کہ وپر ثابت ہو چکا ہے۔ مگر ناواقف مسلمانوں کو اس میں ہر کہ لگنے کا اندیشہ ہے چنانچہ بعض ممبران اہلی باوجود مسلمان ہونے کے اس دہوکہ میں آگئے اور نماز روزہ وغیرہ کا حکم شرعی ہونا ایسا مشہور ہے کہ اس میں جاہل سے جاہل کو بھی دہوکہ نہیں دیکھتے یا مثلاً یوں کہنا کہ چوٹی عمر میں شادی کرنا نسل انسانی کیلئے تباہ کن ہے کیونکہ ولادہ بہت کمزور پیدا ہوتی ہے اور عورت و مرد دونوں کو طرح طرح کی بیماریاں پیدا ہو جاتی ہیں لہذا قانون ساز دہل تمہارے لئے نہایت مفید ہے اور اس قسم کی خیر خواہی کے اظہار کا موقعہ نماز روزہ وغیرہ میں نہیں ملتا ورنہ مثلاً تو سب ہی کا منظور ہے لیکن مسلمان جب راول کو منظور کر لیں گے تو آئندہ باقی احکام میں مداخلت کر نیکا ایک بہت بڑا دروازہ کھل جائیگا اور آہستہ آہستہ جسے سے بڑے فروعیہ اسلام میں مداخلت کی جائے گی اور مسلمانوں کی زبان پر جہر سکوت لگائے کے لئے ساز دہل کو آلہ بنایا جائیگا۔ دوم یہ کہ مسلمانوں کی حریم صحت کو پارہ پارہ کر دیا جائے اور مرض زمان میں کثرت سے رائج ہو جائے اور کوئی مرد یا عورت پاکدامن نہ رہے پائے اور غیرت کو خیر باد کا پیغام سن کر رخصت کر دیں اور بیغیرتی کا عالم ان پر غالب ہو جائے اور نئی روشنی کی آزادی کا ایسا سکھ جے کہ مرد کے دل سے یہ خیال ہی جاتا ہے کہ میری عورت کے پاس کسی دوسرے شخص کا آنا کسی قسم کی قباحت رکھتا ہے۔ اور ایسا ہی عورت کے دل سے یہ خیال جاتا ہے کہ میرے خاوند کے کسی دوسرے کے پاس جانا کوئی عیب کی چیز ہے یا میرا خاوند اس کو ناگوار سمجھ لے گا اس غرض کے حاصل ہونے کی یہ صورت ہوگی کہ کوئی مرد ۱۰ سال سے پہلے اور کوئی عورت چودہ سال کی عمر سے پہلے باوجودیکہ دونوں بالغ ہیں اور خواہش بھی باقاعدہ ہے۔ مگر شادی نہیں کر سکیں گے بوجہ خوف سزا یا بے ہوشی کے اور جب جائز طریقہ سے خواہش پوری کر لیا تو قہر نہیں لے گا۔ تو لازمی طور پر اپنی خواہش کو پورا کر لیں مثلاً ہونگے اور شادی کے قانونی وقت سے پہلے زنا کاری کے عادی ہو جائیں گے اور عادی ہو جائیکے بعد اس عادت کا جانا شادی ہونیکے بعد بھی مشکل ہوگا اور لوگوں کو قانونی مدت کے بعد بھی برسوں شادی نصیب نہ ہوگی بوجہ ان مشکلات کے جو ساز دہل کے قانون نے برپا کر دیئے ہونگے اسوجہ سے اکثر لوگ عرصہ بدکاری میں مبتلا رہیں گے۔ سوم یہ کہ مسلمانوں کی رفتار ترقی بے فرد بہت کمزور ہو جائے اور جو تھوڑے بہت پیدا ہوں وہ بھی بیغیرت بنادیتے جائیں کیونکہ جب نکاح میں قانوناً روک پیدا ہوگی تو یقیناً زنا میں مبتلا ہوں گے اور ہر شخص جانتا ہے کہ زانی زانیہ دونوں اس بات کی پوری کوشش کرتے ہیں کہ اولاد نہ ہونے پائے اسی لئے رنڈیوں کے یہاں اولاد بہت ہی کم ہوتی ہے اس قسم کی ادویہ استعمال کی جاتی ہیں کہ اولاد نہ ہو اور جو تھوڑی بہت ہوتی ہے وہ پرے درجہ کی رومی اور بے غیرت ہوتی ہے غرض اس ترکیب سے مسلمانوں کی ہستی مٹانے کی کوشش کی جا رہی ہے مثلاً چھام یہ حکم کے پیٹ پائے کے ذرائع کا ایک جدید دروازہ کہونا منظور ہے اور مسلمانوں کو طبع سے ستانیکا طریقہ کھانا ہے

خیر خواہی کا صحیح فوٹو

سید ہر سادھے مسلمانوں کو یہ کہانی غرض سے کہا جاتا ہے کہ قانون ساز دہل کا ابراہیم مسلمانوں کی

خیر خواہی کیلئے کیا جاتا ہے لیکن یہ محض حال ہے مسلمانوں کو بیکانہ اگر خیر خواہی ہی منظور تھی تو کیا وہ جو کہ آثار ہر سال سے کم عمر لڑکے کو نکاح سے روکا جاتا ہے یا جو دیکھ اس کا مذہب اسکو اجازت دیتا ہو بلکہ بعض اوقات بوجہ شدت خویش کے واجب قرار دیتا ہو مگر چاڑھی بازار میں جانے سے نہیں روکا جاتا ایسا ہی چودہ سال سے کم عمر لڑکی کو نکاح کرنے سے تو روکا جاتا ہے یا جو دیکھ اس کا مذہب اسکو اجازت دیتا ہو اور بعض اوقات بوجہ شدت خویش کے واجب قرار دیتا ہو مگر چاڑھی جیسے بازار میں دوکان کرے نہیں روکا جاتا کیا عجیب خیر خواہی ہو کہ نابالغ بچہ بچی صرف نکاح کرے جو شرعاً جائز اور عقلاً غیر ممنوع ہو بیمار ہو جائیں اگرچہ نکاح کے بعد ایک دوسرے کی صورت ہی نہ دیکھیں پائیں مقاربت تو دکرنا رہی اور ان کی حفظ صحت کیلئے قانون وضع کرنے کی ضرورت محسوس ہو اور چاڑھی بازار میں نہ کالاکرنے سے جو عقلاً و نقلاً ہر مذہب ملت میں ممنوع ہو انکی صحت پر دہمہ بھی نہ لگے پائے بیمار ہونا تو دکرنا رہا اور ان کی اصلاح کیلئے قانون بنانے کی نہ اجتناب ضرورت ہوئی اور نہ آئندہ قیامت تک ضرورت محسوس ہو سکی امید ہو یا یک ایسی خیر خواہی ہو جس کا مطلب شاید بوجہ علی سینا سے بھی حل نہ ہو سکے اور ایسا ہی اگر چودہ سال سے کم عمر لڑکی یا اٹھارہ سال سے کم عمر لڑکے کا باپ یا ولی صرف نکاح کرے بغیر خصلتی کے گو وہ شرعاً بالغ بھی ہوں بلکہ نفس الامر میں ہی بالغ ہوں مگر فرضی بلوغ کے زمانہ تک نہ پہنچے ہوں تو لڑکا لڑکے کا باپ یا دیگر ولی اور قاضی اور گواہ اور شادی کے انتظام میں شریک ہو نہ ولے سب کے سب گرفتار کئے جائیں اور قانونی سزا اور جرمانہ ہوا ایک ہزار تک ہو سکتا ہو ان سب پر جاری کیا جائے صرف ایک نکاح میں گرفتار ہو نہ والوں کی تعداد اس قدر ہوگی کہ دیکھنے والا سمجھے گا کہ لٹیروں کی ایک زبردست فوج ہو چوکی ڈاکہ میں گرفتار ہوگی ہو مگر اگر وہ چاڑھی بازار میں جا کر نہ کالاکریں تو کوئی باز پرس نہیں بلکہ اگر باپ یا کوئی دوسرا رشتہ دار مانع ہو تو شاید اس کو مجرم ٹھہرا جائے کیا عجیب فلسفہ ہو کہ اسطوئے ہی آج تک نہ سمجھا ہو گا مسلمانوں اس خیر خواہی کے دوسرے لفظوں میں یہ معنی ہیں کہ ہم تم کو زنا کار بنانا چاہتے ہیں اور جب تک قانون نکاح میں قانونی روٹے نہ اٹکائیں زنا کاری کے بازار کو فروغ نہیں دے سکتے اور مسلمانوں کی حرم عفت کی دیوار کو نہیں گر سکتے۔ اگر واقع میں خیر خواہی منظور ہوتی تو تمام باتوں سے پہلے زنا کاری کا انسداد کیا جاتا اور قانون نکاح میں اگر کسی قسم کی رکاوٹیں ہوتیں ہی تو انکے اٹھائیں کی کوشش کی جاتی کیونکہ زنا کاری کے روکنے کا سب سے بڑا ذریعہ نکاح کو عام کرنا ہے کیونکہ بہوک لگنے کے بعد اگر گھر سے کہا ناٹھا تاپے تو پھر خیر و نکی روٹیاں تنکے کی ضرورت نہیں ہوتی اور اگر گھر میں کہا ناٹھا نہ ہوا اور بہوک بھی سنائے تو پھر ضرور خیر و نکی کہاٹے کی طرف نگاہ جاتی ہو۔ اور نفس مجبور کرتا ہو کہ کسی طرح اس کہاٹے کو کہاٹے اگر خیر خواہی منظور ہوتی تو لوندے بازی کا انسداد کیا جاتا ہزار ہا نو عمر لڑکے اس میں ہر باد ہو رہے ہیں اگر خیر خواہی منظور ہوتی تو شراب خواری کو قانوناً بند کر دیا جاتا تو لیکن بازی وغیرہ کا سد باب کیا جاتا آوارہ گردی روک تمام کجیاتی رشوت خواری جو عموماً دفتروں میں مال کے دودھ کی طرح حلال اور حقیقی بھی سمجھی جاتی ہے اس کو روکنے کیلئے کوئی خاص قانون تجویز کیا جانا غرض ہزار ہا میٹھے ایسے ہیں کہ رعایا کیلئے تباہی کا باعث ہیں مگر ان پر کبھی غور ہی نہیں کیا جاتا اور نہ آئندہ کیا جائیگا کیا خیر خواہی ہی میں منحصر ہے کہ قانون نکاح میں روٹے اٹکا کر زنا کاری و حیاتی کے بازار کو گرم کیا جائے

مسلمانوں! انکھیں کھولو اور خواب غفلت سے بیدار ہو۔ ان دشمنان اسلام کے جالوں سے بچو افسوس کہ جس قوم کو عفت و پاکدامنی سے دلی عداوت ہو اور بیچاری اور زنا کاری سے دلی محبت ہو وہ کج تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قانون کے مصلح ہونیکے مدعی ہیں کہ جبکہ آفتاب نبوت نے بیچاری و بدکاری کی ظلمت کو لوگوں کے دلوں سے اسقدر دور کر دیا تھا کہ بعض اوقات جب آپؐ عورتوں سے بیعت کر نیکی وقت یہ شرط پیش کی کہ زنانہ کرنا تو بعض عورتوں کی زبان سے بیساختہ یہ الفاظ نکلے کہ (اترخی محشرؑ) اے اللہ کے رسول کیا شریف عورت زنا کر سکتی ہے کہ آپؐ یہ شرط پیش کرتے ہیں یعنی شریف عورت سے زنا ہو ہی نہیں سکتا تاکہ اس شرط کے پیش کی ضرورت ہو اور خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق احادیث کی کتابوں میں ہے کہ آپؐ اس کنواری عورت سے جو حریم عفت میں محفوظ ہو زیادہ حیا و رخصۃ العزیز یہ اصلاح نہیں ہو بلکہ یہ اس قاعدہ مسلمہ کا جو شرط ہے کہ ہر شخص ہی چاہتا ہے کہ جیسا میں ہوں سب ایسے ہی ہو جائیں یا یوں سمجھا جائے کہ اہل اسلام کیسا تہو عداوت ہے اس کا ظہور ہے۔

ارکان امبلی کی عقل پر تبصرہ

یہ حضرات اپنے زعم میں اس قانون اسلامی کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں جو بانی شریعت تاجدار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سرزمین عرب میں بچھڑکے حکم خداوندی اقطار عالم میں جاری کیا تھا اور اسکے کسی دفعہ کو محتاج الی اصلاح نہیں چھوڑا تھا بلکہ ہمیشہ کیلئے اس کو ہر قسم کی اصلاح و ترمیم سے مستغنی کر دیا تھا اور تقریباً ساڑھے تیرہ سو سال تک اس کا تکمیل ہونا مسلم رہا اور کسی قسم کی انحطاط نہائی اس پر نہیں لگائی مگر کج موجودہ زمانہ کے اہل عقل و دینی روشنی کے دلدلہ اس کو ناقص تصور کر کے اس کو قابل اصلاح بتاتے ہیں اور نقصان کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ کم سن میں شادی کرنا مرد و عورت دونوں کو کمزور کر دیتا ہے اور طرح طرح کے امراض کا باعث ہوتا ہے اور اس کے بعد اولاد کا ہونا ہی محل نال ہے مگر اگر اولاد ہو بھی جائے تو بہت کمزور ہوگی غرض کم سن میں شادی کرنا مسئلہ انسانی کیلئے تباہ کن ہے لہذا یہ شرعی قانون جو کم سن میں شادی کرنا کی اجازت دیتا ہے قابل اصلاح ہے لہذا کسا کو مناسب معلوم ہو کہ ان حضرات کے کمال عقلی پر بھی مختصر طور پر تبصرہ کیا جائے تاکہ عقلا ان حضرات کی خوبی عقل سے پورے طور پر واقف ہونیکے بعد علمی فیصلہ کی طرف قدم اٹھائیں اور بلوغ کی حد ان حضرات نے مرد و عورت دونوں کیلئے اٹھارہ سال مقرر کی ہے جیسا کہ شروع میں گذر چکا ہے کہ نابالغ سے مراد ۱۸ سال کی عمر کا لڑکا یا لڑکی ہے اور مرد کیلئے اٹھارہ سال سے پہلے شادی کرنا قانوناً جرم قرار دیا گیا ہے اگرچہ ایک دن ہی کم ہو اب قابل عذر ان حضرات کے تین قول ہیں نمبر (۱) بلوغ کی حد جو ان حضرات نے اٹھارہ سال مقرر کی ہے وہ عقلاً و نقلاً صحیح ہے یا نہیں نمبر (۲) اٹھارہ سال سے پہلے مرد کیلئے اور چودہ سال سے پہلے عورت کیلئے نکاح کرنا یہ حضرات مضرت بتاتے ہیں اور یہ وجہ سے نکاح ممنوع قرار دیتے ہیں کیا یہ عقلاً و نقلاً صحیح ہے یا نہیں نمبر (۳) جس ضرر مذکور کے اٹھانیکے لئے قانون شرعی میں مداخلت کی ہے وہ ضرر ان کے مجوزہ قانون سازوں سے رفع ہو سکتا ہے یا نہیں۔

۱۔ بلوغ کی مدت اٹھارہ سال

اس قول کا نقل غلط ہونا تو اظہر من الشمس ہے کیونکہ شریعت میں پندرہ سال کے لڑکے کو بالغ قرار دیا گیا ہے اور

پندرہ سال سے پہلے بھی لڑکے کا بالغ ہونا شرعاً ممکن ہے اور لڑکی نو سال کی بھی بالغ ہو سکتی ہے کیونکہ شریعت میں بلوغ کا دار و مدار کسی مخصوص وقت پر نہیں رکھا گیا بلکہ علامات بلوغ کے نمایاں ہونے پر بلوغ کا حکم صادر فرمایا ہے البتہ اگر کسی شخص میں علامات بلوغ کا ظہور نہ ہو تو اسکے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے کہ اسکے بعد وہ بالغ کے حکم میں شمار ہوگا اور اگر اس وقت سے پہلے علامات بلوغ پائی جائیں تو یقیناً اس کو شریعت میں بالغ تسلیم کیا جاتا ہے الغرض ان حضرات کی مدت بلوغ مقرر کی ہوئی نقل کے تو صریح خلاف ہی ہے لیکن عقل کے بھی خلاف ہے اس لئے کہ حقیقت و دلائل کی مضمون کے ثابت کرنے کے لئے پیش کئے جاتے ہیں ان سے زیادہ واضح دلیل عقلاء کے نزدیک مشابہہ و مشابہہ سے بڑھ کر کوئی دلیل مثبت مدعی نہیں ہو سکتی مگر ان حضرات کا قول مشابہہ کے بھی صریح خلاف ہے تمام دنیا کے عقلاء کا مشابہہ ہے کہ ہندستان میں ۱۸ سال سے پہلے مرد و عورت دونوں بالغ ہو جاتے ہیں بلکہ بعض اوقات دو تین بچوں کے ماں باپ بھی بجاتے ہیں اور اس قسم کی نظائر کافی طور پر مل سکتی ہیں جس کا ہی چاہے وہ مشابہہ کر سکتا ہے اور ہر شخص جانتا ہے کہ نابالغ کے اولاد نہیں ہو سکتی مرد و عورت تو معلوم ہوا کہ وہ یقیناً اٹھارہ سال سے پہلے بالغ ہو چکے تھے۔ ان مشابہہ کے ہوتے ہوئے کون عاقل تسلیم کر سکتا ہے کہ ان حضرات کا قول عقلاً صحیح ہے پس وہ قول جو عقلاً و نقلاً غلط ہو اس پر کسی قانون کی بنا کر کہ قانون اسلامی میں مداخلت کرنا نہ صرف شریعت میں مداخلت ہوگی بلکہ اس میں عقل کو بھی خیر باد کا پیغام ہوگا +

۸۔ اٹھارہ سال سے پہلے مرد کو اور چودہ سال سے پہلے عورت کو نکاح کرنا مفسر
یہ قول بھی عقلاً و نقلاً غلط ہونا تو بالکل واضح ہے کیونکہ شریعت نے اٹھارہ سال سے پہلے مرد کو اور چودہ سال سے پہلے عورت کو قطعاً نکاح کی اجازت دی ہے اور کسی قسم کا ضرر نہیں بتایا البتہ بالغ ہو چکے ہو یا نہ ہو و بخل سے منع فرمایا ہے لیکن بلوغ کا دار و مدار کسی خاص وقت پر نہیں رکھا اور یہ قول عقل کے بھی خلاف ہے کیونکہ اول تو ان حضرات نے نفس نکاح لینے صرف ایجاب و قبول میں اور مجامعت میں فرق نہیں کیا بلکہ مرد و عورت دونوں کیلئے قانونی میعاد سے پہلے نفس نکاح کرنا بھی قانونی جرم قرار دیا ہے کوئی عاقل کہہ سکتا ہے کہ نفس ایجاب و قبول بھی مرد و عورت کو کمزور بنا دیتا ہے اور اولاد کو کمزور کر دیتا ہے اگر نکاح ہو نیچے بعد ایک دوسرے کی صورت بھی نہ دیکھنے پائیں اور اگر ضرر ایجاب و قبول میں بیکار کرنے یا اولاد کو کمزور کر دینا اثر ہے تو پھر تو اس سے بچنے کی کوئی صورت ممکن ہی نہیں ہوگی کیونکہ جس عمر میں بھی نکاح کیا گیا تو ایجاب و قبول ضرور ہوگا اور وہ اپنا اثر کرے گا تو اس صورت میں اٹھارہ سال کی قید یا چودہ سال کی قید لغو ہوگی اور اس کی تاثیر سے بچنے کیلئے سوائے اسکے اور کوئی صورت نہیں ہوگی کہ ایجاب و قبول کرنا ہمیشہ کیلئے قانونی جرم قرار دیا جائے تاکہ کوئی شخص عمر بھر نکاح ہی نہ کر سکے اور ساری عمر زنا کاری ہی بتلا کر رہے اور غالباً سارے اہل کے قانون کی غرض بھی یہی ہے اور اگر ایجاب و قبول میں یہ تاثیر نہیں ہے تو پھر اٹھارہ سال سے پہلے یا چودہ سال سے پہلے قانونی جرم قرار دینا لغو ہے کیونکہ جب آپس کوئی خرابی ہی نہیں ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ اس کو جرم قرار دیا جائے ہی وہ ہے کہ شریعت نکاح کرنے کی ہر وقت اجازت دی ہے کیونکہ عقلاً کوئی عاقل اس کو مستمر نہیں کہہ سکتا اگر کوئی شخص یہ اعتراض کرے کہ چھوٹے لڑکے یا لڑکی کے نکاح کرنے میں یہ نقصان ہے کہ ممکن ہے کہ بالغ ہو نیچے بعد ایک دوسرے کی مرضی کے موافق نہ ہوں تو اس صورت میں تمام عمر مصیبت کا سامنا ہوگا تو اس کا جواب یہ ہے کہ شریعت میں مرد و عورت دونوں کوئی دیا ہے کہ بالغ ہوتے ہی کسی حاکم مجائے نکاح فسخ کر لے البتہ باپ دادا کا کیا ہوا نکاح خفی مذہب میں فسخ

نہیں ہو سکتا کیونکہ ان دونوں کی شفقت تمام اولیاء سے زیادہ ہوتی ہے لہذا ان دونوں کی جو نکاح کہا ہے وہ حتی الامکان مصلحت کے خلاف نہیں ہوگا اور بعض حضرات کے نزدیک ان دونوں کا کیا ہوا نکاح بھی فسخ کر سکتے ہیں الحاصل اس تقریر سے یہ ثابت ہو گیا کہ اٹھارہ سال یا چودہ سال سے پہلے نکاح کرنا عقلاً و نقلاً مصلحت کے خلاف نہیں ہے اور جو لوگ مضر بتاتے ہیں ان کا ٹول عقل و نقل دونوں کے صریح خلاف ہے ایک غلطی تو ان حضرات نے یہ کی تھی کہ نکاح اور مقاربت دونوں کو اٹھارہ یا چودہ سال سے پہلے مضر ہونے میں مساوی درجہ دیا تھا دوسری بات قابل غور یہ ہے کہ مقاربت زمانہ نابالغی میں اگرچہ مضر ہے اور شریعت میں بھی اس سے منع کیا گیا ہے لیکن ان حضرات کا قول اس میں بھی نقل و عقل دونوں کے خلاف ہے کیونکہ مقاربت زمانہ نابالغی میں جب مضر ہے کہ نابالغی نفس الامری اور واقعی ہو نہ کہ فرضی اور ان حضرات نے جو اٹھارہ سال یا کم عمر کو نابالغ بتایا ہے گو ایک دن ہی کم ہو یہ فرضی نابالغی ہے نفس الامری اور واقعی نہیں جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے کہ مرد و عورت دونوں اٹھارہ سال سے پہلے کئی برس بالغ ہو جاتے ہیں اور اٹھارہ سال سے پہلے مرد کیلئے اور چودہ سال سے پہلے عورت کیلئے مقاربت کا مضر ہونا مشاہدہ کے بھی خلاف ہے کیونکہ یہ بات سورج کی طرح روشن ہے کہ تمام اقوام عالم میں اہل اسلام سے زیادہ کوئی قوم شجاع و بہادر نہیں ہے حالانکہ اسلام میں ابتدا ہی سے یہ قانون جاری ہے کہ اٹھارہ سال سے پہلے مرد کیلئے اور چودہ سال سے پہلے عورت کیلئے نکاح اور مقاربت دونوں جائز نہیں کیونکہ اسلامی قانون میں اٹھارہ سال کو کئی برس پہلے مرد اور چودہ سال سے کئی برس پہلے عورت بالغ ہو جاتے ہیں پس اگر مدت مذکورہ سے پہلے مقاربت مضر ہوتی تو اہل اسلام سب سے زیادہ کمزور ہو جاتے حالانکہ معاملہ برعکس ہے تو مشاہدہ بتلاتا ہے کہ نمبر ان آجہلی کا یہ قول مشاہدہ کے بالکل خلاف ہے لہذا عقلاً قابل تسلیم نہ رہا۔

۱۔ جس ضرر مذکور کے اٹھائیچکے لئے قانون شرعی میں مداخلت کی ہے وہ ضرر سار و اہل کے قانون سے رفع ہو سکتا ہے یا نہیں؟ اس کے متعلق یہ گزارش ہے کہ ان حضرات نے جو مصلحت سوچ کر قانون شرعی میں مداخلت کی تھی اپنے مجزہ قانون میں خود اس کے خلاف کیا کیونکہ بلوغی عدم و عورت دونوں میں اٹھارہ سال کی مقرر کی اور یہ فیصلہ بھی کر چکے تھے کہ زمانہ نابالغی میں شادی مضر ہے اس کے بعد خود اس کے خلاف کیا کہ چودہ سال کے بعد عورت کو شادی کی اجازت دی جائے حالانکہ وہ ان کے نزدیک نابالغ ہو کر شرعاً بالغ ہو چکی ہو تو اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ جب نابالغی میں شادی مضر ہے تو عورت کو کیوں اجازت دی اور اگر مضر نہیں ہے تو مرد کو کیوں مجرم قرار دیا جاتا ہے اسکو کیوں اجازت نہیں دی جاتی؟ الغرض یہ حال ہے ان حضرات کی عقل کا اور باوجود اس عقل کے جرأت اس قدر ہے کہ قانون اسلامی کو غلط اور مضرت ثابت کرنا چاہتے ہیں مصرعہ چم دلا درست دزدے کہ بکف چراغ دار و دہ ان حضرات کی مثال عینہ ایک جلد ساز کی سی ہے کہ وہ علما وہ جلد باندھنے کے بعض اوقات تصحیح بھی کیا کرتا تھا ایک بزرگ قرآن شریف جلد کرانے کو لائے اور کہا کہ اس شرط پر جلد بند ہوتا ہوں کہ تصحیح نہ کر و جلد بند ہوا کہ آپ بیفکر رہیں کہ اب میں نے تصحیح سے تو یہ کر لی ہے۔ وہ دیکر حلا گیا جب بیٹے کو آیا اور جلد بنا

تیار کر کے حوالہ کیا تو مالک قرآن شریف نے دریافت کیا کہ کہیں تصحیح تو نہیں کی تو جلد سا دلو لا کر اور تو کہیں نہیں کی مگر صرف تین جگہ صریح غلطییں تھیں ان کو درست کر دیا ہو اول یہ کہ اس میں لکھا ہوا تھا وَحَدَّثَهُ مَعْنًی تو میں نے سوچا کہ خبر تو علیؑ کا تھا موسیٰ کا نہیں تھا تو میں نے موسیٰ کا ط کر علیؑ بنا دیا ہو اور دوسری غلطی یہ تھی کہ اس میں لکھا ہوا تھا وَكَلَّمَ نَادًا نَادُوحٌ تو یہ بھی صریح غلط تھا کیونکہ نوح علیہ السلام تو بڑے دانائے نادان نہیں تھے لہذا میں نے نادان کا ط کر نادا بنا دیا ہو اور تیسری غلطی یہ تھی کہ اس میں کہیں کہیں کفار کے نام مثل فرعون وغیرہ کے لکھے ہوئے تھے تو میں نے سوچا کہ ایسے بُرے آدمیوں کے نام قرآن شریف میں کسی نے غلطی سے لکھ دیے ہیں انکو کاٹ کر کہیں تمہارا اور کہیں اپنا نام لکھا یا ہو اس جلد ساز نے اپنی زعم میں دھبی ان تینوں جگہوں کو غلط سمجھ کر تصحیح کی تھی مگر حقیقت میں وہ خود تصحیح کے قابل تھا ایسا ہی یہ حضرات اپنے زعم میں تو شرعی قانون کو غلط سمجھ کر تصحیح کرنا چاہتے ہیں لہذا ان حضرات کی نیکی نیتی کی تو داد دینی چاہیے لیکن یہ بھی ضرور سمجھ لینا چاہیے کہ حقیقت میں ان حضرات کی عقلیں قابل تصحیح ہیں شرعی قانون نہ اس سے پہلے تصحیح کا محتاج تھا اور نہ قیامت تک ہو گا اور ان حضرات کے تابع داروں کی بعینہ ایسی مثال ہو کہ ایک بزرگ بہت زمانہ تک کسی شہر میں اپنے گھر سے فاصلہ پر مقیم رہا کہ ان اتفاقاً اس کے وطن سے ایک نانی آیا اور اس نے خبر دی کہ آپ کی بیوی بیوہ ہو گئی ہو۔ وہ بزرگ سکر رونے لگے لوگوں نے رونے کا سبب دریافت کیا فرمائے لگے کہ نانی نے خبر دی ہو کہ تمہاری بیوی بیوہ ہو گئی ہو لوگوں کو تعجب ہوا کہ صاحب بیوی کیسے بیوہ ہو گئی خدا خواستہ تم کہیں مرنے ہو یا ہی گئے ہو تو کہنے لگے کہ آپ فرمائے تو صبح میں کہ میں مرا نہیں ہوں زندہ ہوں مگر کیا جانے کہ نانی آدمی معتبر ہو جو ہٹ بولنے والا نہیں ہو بعینہ ان حضرات کے تابعین کا یہی حال ہو کہ وہ کیسی ہی غلط بات کہیں مگر وہ ایسے معتبر ہیں کہ وہ جھوٹے ہو ہی نہیں سکے گو مشاہدہ کے بھی خلاف کہیں۔

برادران اسلام کی خدمت میں درخواست

برادران اسلام! قانون سارا دال کی مداخلت کسی خاص شخص کے حق میں مداخلت نہیں ہو سکتی تمام اقطا عالم کے رہنے والے مسلمانوں کے اس حق میں مداخلت ہو جو ان کو پروردگار عالم اور سرکائنات علی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مرحمت ہوا تھا وہ بھی نہ صرف موجودہ زمانہ کے باشندوں کا بلکہ قیامت تک کی آبدالی سلوک اور حق ہی ایسا کہ بین دو دنیا دونوں کی پہنچو کی جامع کیونکہ قانون نکاح تقویٰ دہر سیرگاری و جیاداری کا سنگ بنیاد ہو اور شرک و بغیرتی و بیحیائی سے بچنے کیلئے شمشیر نولاد ہو اور حرم عفت پاکدامنی کیلئے سدکنڈری ہو اور بقابل انسانیت کا فیصلہ ہو اور علی ہذا القیاس قانون سارا دال کو اجراء میں و قسین پیش نیوالی ہیں وہ ہی تمام اہل اسلام پر آئیوالی ہیں کسی شخص کی شخص کی شخص نہیں ہیں اگر دشمنان اسلام نے آپ سے یہ حق ہی چھین لیا جو آپ کے محبوب حقیقی رب العالین اور آقا و وہاں جسے اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا تھا اور آپ خاموش ہو کر بیٹھ رہے ہوں تو اس خاموشی کے بڑے نتائج صرف دنیاوی زندگی ہی کیلئے مخصوص نہیں رہیں گے بلکہ اہل حشر میں رحمتہ للعالمین کی طرف سے سرکار رب العزت کی عاقبت پر پر تقدیر طائر ہو گا رحمتہ للعالمین آپ دریافت فرمائیں کہ وہ باغ دین کہ جس کو میں بچائے پانی کو اپنی اور اپنی اہل بیتا دھی پر کرام کو خوشی سے سیراب کیا تھا اس باغ کو دشمنان اسلام

سے براؤ کیا اور تم نے اسکی حفاظت میں اپنے پسینے بھی نہ بہائے خود نو لگا بہانا تو درکنار ہر مسلمانو ابناؤ کہ اسوقت کیا جواب دو گے اور اگر فاطمہ الزہراء رضی اللہ تعالیٰ عنہا تمہارا گریبان پکڑ کر حشر میں سوال کیونگی کہ اے میرے باب کی امت جس دین کی حفاظت کے لئے میرے تمام گوشہ جگر قربان ہوئے تم بتاؤ کہ تم نے اسکی حفاظت میں کیا کیا قربانیاں کیں تو اسوقت کیا جواب دو گے لے براؤ ران اسلام ہوش میں آؤ تمہاری غفلت نے دشمن کو اسقدر ولیہ کر دیا ہے کہ وہ تمہاری محبوبے محبوب چیز یعنی دین پر بھی ہاتھ ڈالنے لگا ہے اور تمہاری غفلت نے اس کو اسید کامیابی کی شراب پلا کر ہوش بنا دیا ہے تمہارا یہ فرض ہے کہ دشمن کا نشہ اتار کر اسکے ہوش کو اس ٹھکانے لگا دو اور اس بات کا ثبوت دیدو کہ ابھی ہم میں جان باقی ہے اور میں اسید کرتا ہوں کہ جب آپ مخلصانہ لوجہ اللہ حفاظت دین کے لئے کھڑے ہو گئے تو اللہ تعالیٰ اپنے فرمان (وَكَانَ حَقًّا كَيْفَ أَنْتُمْ بِمِثْقَلٍ ذَرَّةٍ) کے مطابق آپ کی مدد کرے گی اور میں دعا کرتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اور تمام مسلمانوں کو اس امتحان میں ثابت قدم رکھ کر غفلت کامیابی سے سرفراز فرمائیں آمین ثم آمین وَالْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي هَدانا لِحَقِّ الدِّينِ رَبِّ الْعَالَمِينَ

اس رسالہ کو میں نے اول سے آخر تک پڑھتے ہوئے سنا۔
قانون سارا دہل کے مقاصد دینی و دنیوی کو حضرت مولانا سلمہ و نہایت مفصل طور سے اور مدلل بیان فرمایا ہیں
بات میں یہ رسالہ نہایت کافی و فقط پے عبد الرحمن عینی عنہ
مدرس مدرسہ فقہوری دہلی :-

بجملہ اللہ میں نے اس رسالہ کو اول سے آخر تک سنا ہے ثم
احمد لہد کہ قانون سارا دہل جاریہ دل کو میرا ہوا اور میر
گوشہ کو وافی طور سے روک دیا گیا ہے :-

عبد الوہید مدرس مدرسہ فقہوری دہلی
اس رسالہ کو میں نے دیکھا جناب مولانا مولوی سلطان
محمود صاحب نے قانون سارا دہل کو مضامین پر جس خوبی سے
روشنی ڈالی ہے وہ قابل تحسین ہے اللہ تعالیٰ مولانا صاحب
کو جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس بلائے
ناگہانی سے نجات دیکر مولانا صاحب کو مدوح کی کوشش
کو ٹھکانے لگائے :-

محمد مظہر اللہ غفرلہ

امام مسجد فقہوری دہلی

محمد و فضل علی رسولو الکرم ناچیز نے اس رسالہ کو ابتدائی
حصہ کو حرفاً حرفاً اور آخر کو اجمالاً پڑھا اور سنا مضمون بجز اللہ
واحسان نہایت حسن و خوبی لکھا گیا ہے اور فی الواقع
بہت ہی اچھا ہے اور اسید ہو کہ ناظرین کو دیکھ کر کافی علم حاصل
ہوگا اور غلطی علی علی سے نجات ملے گی حق تعالیٰ سبحانہ
عم نو اللہ مولف رسالہ مذکور مولانا سلطان محمود صاحب
صدر مدرس مدرسہ بڑا کوجہار وارین عطا فرمائیں آمین
اشفاق الرحمن مدرس فقہوری دہلی :-

قانون سارا دہل متعلق حضرت جناب علی صاحب المدینہ
مدرسہ عالیہ فقہوری نے نہایت مبسط اور وضاحت کیشتا اس
رسالہ میں لکھا ہے وہ محتاج بیان نہیں سیکھیں
تو میرا لکھو کہ حکم ایک نسخہ اپنی یہاں ضرور رکھنا چاہیے تاکہ
انکو اس قانون کے مالہ ما علیہ کی پوری حقیقت سے آگاہی
ہو فقط :- محمد شریف اللہ مدرس فقہوری دہلی -

لہذا محمد و فضل علی رسولو الصفاق یہ رسالہ سارا دہل کو خلاص
میں سن کل الوجو اتہم و اکمل ہے اور خواص عوام تمام کے
لئے مفید ہے فقط :-

ولایت احمد عینی مدرس مدرسہ فقہوری دہلی

